مآرب الخاشعین

مصنّف

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

مرتب

صاحبزادہ مسعود احمد عالمپوری

معاون

صاحبزادہ محمد حماد مسعود

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مآرب الخاشعین

مصنف

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مرتب

صاحبزادہ مسعود احمد عالمپوری

معاون

صاحبزادہ محمد حماد مسعود

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوریؒ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

اہتمام اشاعت : حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری ؒ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

کتاب کا نام : مآرب الخاشعین

مصنف : حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مرتب : صاحبزادہ مسعود احمد عالمپوری

ناشر : حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری ؒ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

اشاعت اوّل : اگست 2015ء

تعداد : 500

قیمت : 350روپے

سلسلہ اشاعت: 6

ملنے کا پتہ : صاحبزادہ مسعود احمد عالمپوری
پوسٹ بکس 1022 پیپلز کالونی، فیصل آباد، پاکستان

موبائل : 0092-300-4473366

0092-313-8666611

متبادل پتہ : مکتبہ اسلامیہ، امین پور بازار کوتوالی روڈ فیصل آباد

Website: www.alampuri-research.org

Email: president_alampuri@yahoo.com

president_org@hotmail.com

انتساب

متلاشیانِ حق اور طالبینِ تعشق وسالکینِ راہ کے نام

لازم جَہل فنا نوں آیا جاں ایہہ پاویں ناہیں
سب پرواز تیرا وچ تیرے خودیوں جاویں ناہیں

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
.1	تحدیثِ نعمت	1
.2	عرضِ مرتب	6
.3	نذرانہ عقیدت بحضور حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	14
.4	سوانح حیات حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	15
.5	شجرۂ نسب	26
.6	خطبۃ الکتاب	27
.7	الرکعۃ الاولی فی ضرورۃ الصلوٰۃ وضرر ترکھا	29
.8	الرکعۃ الثانیۃ فی تنقید الصلوٰۃ التی صلاھا المصلی	36
.9	القعدۃ الاولی فی تحقیق الموجبات لتصحیح الصلوٰۃ	60
.10	الرکعۃ الثالثۃ فی اھتمام الصلوٰۃ وحفظ اصولھا باداء الشروط قبل دخولھا	65
.11	الرکعۃ الرابعۃ فی صفۃ الصلوٰۃ	77
.12	القعدۃ الاخیرۃ فی اتمام الرسالۃ علی الاجمال	120

تحدیثِ نعمت

الحمدللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہِ الکریم وآلہ واصحابہ اَجمعین
امابعدفاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم

خوب سمجھ لیجئے علم اسرار الدین کا انکشاف نعم الٰہیہ میں ہے اور اس کا ظہور ان کے اہل پر ہی ہوتا ہے جو اپنی ذات کو احکام خداوندی کے سامنے برضاو رغبت جھکا لیں اور مالک کی مرضی میں اپنے آپ کو ڈھال لیتے ہیں اور بلا چون وچرا سالکِ راہ بن کر چلتے جائیں اور پھر ایک وقت آتا ہے کہ اُن پر احکامات کی حکمت کھلنا شروع ہوتی ہے اور ہر امر الٰہی کی حقیقت ظاہر ہوتی جاتی ہے اور نظام کائنات کا فہم منکشف ہوتا جاتا ہے۔ اسے تجلیٔ حکمت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ حکیمانِ اسرارِ الٰہیہ مقربینِ خدا ہوتے ہیں کہ جنہیں مالکِ کائنات اپنے خزانوں کے راز بتاتا ہے۔ انہی میں ایک نام حضرت مولانا غلام رسول عالم پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔

آپ بحیثیتِ مصنف عظیم پنجابی منظوم کتاب احسن القصص المعروف بہ (قصہ یوسف زلیخا) کے ہیں اور مولانا صاحب کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں اور چودھویں کے چاند کی طرح علمی دنیا کے آسمان پر چمک رہے ہیں مگر آپ کی ایک کتابِ لاجواب مستطاب بنام مآرب الخاشعین موضوع نمازِ بے نظیر و بے مثال بھی ہے۔ جس کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے جو نماز کے اسرار و رموز پر آپ کے قلمِ حقیقت رقم سے ظاہر ہوئی ہے۔ جس میں نماز اور اس سے متعلق امور پر بحث

فرمائی گئی ہے۔ جس کی نظیر میں عربی میں فتوحات مکیہ، احیاء علوم الدین اور حجۃ اللہ البالغہ کو رکھا جاسکتا ہے۔

ہر ہر لفظ سے علم کے معارف پھوٹتے ہیں اور ہر ہر سطر علم کا ایک دریا ہے۔ احسان (تصوف) کی منزلیں کیسے طے ہوتی ہیں وہ اس کتاب کا قاری بعدِ مطالعہ ہی محسوس کر سکتا ہے۔ مگر اس میں شرط قاری کا ذوقِ سلیم، علم صحیح، عملِ خالص، رسا ذہن، اخاذ دماغ، قلبِ خاشع کا ہونا ہے۔ ورنہ سب عمل عبث ہو گا۔ مگر کوئی طالب علمانہ اور عاجزی سے کسی مرشد کامل سے اسے سبقاً سبقاً سمجھ لے تو بعید نہیں، خود مرشد کامل ہو جائے اور دوسروں کے لئے مشعلِ راہ ہو جائے۔ حضرت مولانا مرحوم نے فنونِ عقلیہ اور علومِ نقلیہ سے کام لیتے ہوئے اسرارِ نماز کے جو انکشافات فرمائے ہیں۔ وہ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ پر علمِ لدنی کی بارش ہوتی تھی یہ عجائب و غرائب نکات سے بھری کتاب ہے کہ جس میں جا بجا تجلیاتِ علم اور انوارِ حکمت بکھرے ہوئے ہیں اور ان سب کو ایک لڑی میں پرو کر علوم و معارف اور اسرار و رموزِ نماز کی ایک حسین مالا تیار کر دی ہے کہ جس سے سالکِ راہ کے قلب میں وارد شہواتِ دنیا اور دماغ میں وارد شبہات و وساوس کا تدارک ہوتا ہے اور واضح ہوتا ہے کہ احکام الٰہی حکمت سے خالی نہیں بلکہ ہر حکم کی من و عن تعمیل سے انسانوں کو فائدہ ہے اور بعدِ مطالعہ کم علموں کے قلوب کو تسکین ہوتی ہے اور شرورِ نفس اور شیاطینِ مردود سے محفوظ رہنے کی ایک ڈھال ہاتھ آتی ہے اور مذکورہ

بالا دونوں کا ہر وار خالی جاتا ہے۔ فریب و میکدہ نفس و شیطان سے امن حاصل ہوتا ہے اور خشوع کی دولت ہاتھ آتی ہے اور خضوع کا مال ملتا ہے جو کہ دین محمدی ﷺ کا حاصل ہے۔

احادیثِ صحیحہ میں ایک دعا جنابِ رسول کریم ﷺ نے اپنی اُمت کو تعلیم فرمائی ہے کہ اللّٰھم انی اسألك عِلْمًا نَافِعًا قَلْبًا خاشِعًا و عملا متقبلا

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں فائدہ بخش علم، متواضع قلب اور مقبول عمل کا۔ اگر قاری اس کتاب کا بعدِ مطالعہ عملِ خالص شروع کر دے تو اس دعا کے اثرات و ثمرات سمیٹ لیتا ہے۔ علمِ نافع جو کہ دورانِ مطالعہ حاصل ہوتا جاتا ہے۔ قلبِ متواضع جو کہ بعد علمِ نافع کے حاصل ہوتا ہے۔ مقبول عمل جس کی تحصیل مذکورہ دو کے بعد لازم ہوتی ہے ان شاء اللہ عزوجل کی رحمت کے بھروسے و توکل پر۔ مذکورہ تینوں دولتیں دنیا و آخرت سے متعلق ہیں جو کامیابی کی ضمانت ہیں۔ پس قاری کو چاہئے کہ اس کتاب سے مستفید ہونے کے لئے طہارتِ ظاہری مکمل اختیار کرے۔ صدقِ مقال اور اکل حلال پر سختی سے کاربند ہو جائے اور خلوصِ قلب سے طالبِ علم و سالکِ راہ بن کر پڑھے اور یقیناً فیضانِ ازل سے ہر وہ چیز سمجھے گا جو وہ چاہے گا۔ واللہ المستعان العالی

یہ کتاب مجھے اپنے مرحوم استادِ بزرگوار حضرت مولانا مفتی اسحاق متوفی (28 اگست 2013ء) کے ذریعے سے میسر آئی جن کی صحبت کے قریباً 20 سال

میں حضرت مولانا غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے علوم سیکھنے کا موقع ملا۔ استاد مرحوم، جس وارفتگی سے حضور مولانا غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اشعار پڑھتے تھے اُس کے بیان سے زبان قاصر ہے۔ اس کتاب مآرب الخاشعین کا قلمی نسخہ قدیم خط میں بغرضِ تفہیم و تسوید کے لئے آپ کے پاس آیا۔ آپ نے یہ ذمہ داری مجھے سونپی اور دُعا دی کہ میں اسے سرانجام دے سکوں۔ کتاب کو پڑھا تو دماغ روشن ہوا۔ آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور قلب منور ہو گیا۔ میں نے کتاب کو جس دلجمعی اور محنت سے پڑھا اُس کے احوال سے خداوندِ عالم آگاہ ہے اور جزا بھی اُسی پر چھوڑ رکھی ہے۔ مرحوم استاد نے جو رہنمائی کی اور مدد دی اور عبارت سمجھائی اُس کی جزا میں وہ ضرور جنت کے مزے لوٹتے ہوں گے۔ ان شاء اللہ (افسوس آخری مشورہ اُن کی وفات سے دو دن قبل اسی کتاب کے بارے میں ہوا مگر وہ اس کی طباعت نہ دیکھ سکے)

ارادہ ہے اس کتاب کی شرح تقریراً ریکارڈ کروادوں مگر صاحبانِ ذوق سلیم کا حلقہ درکار ہے اور جناب صاحبزادہ مسعود احمد حفظہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی۔ اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ مسعود احمد حفظہ اللہ کو جو توفیق دی ہے اور فضل و کرم کی بارش ان پر کر دی شاید یہ اُس سے خود بھی واقف نہ ہوں کہ وہ علومِ حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا احیاء فرما رہے ہیں اور جس محنت سے یہ کام تن تنہا کر رہے ہیں وہ ان کا ہی حصہ ہیں باوجود یہ کہ وہ خود بیمار ہیں اور عمر کے اُس حصہ میں

ہیں کہ جہاں حوصلے شکستہ ہو جاتے ہیں۔ مگر اُن کو کام کرتے دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ رحمتِ الٰہی کی وصیت میں کام کر رہے ہیں۔ اندورن وبیرونِ ملک اس کام کی نوعیت کے مطابق ایک بڑے ادارے کی ضرورت ہے مگر وہ اپنی ذات میں خود ایک ادارہ بن کر کام کر رہے ہیں۔ گویا اس کام کے لئے اُن کو چن لیا گیا ہے۔

اور مبارکباد کے مستحق ہیں کہ کتاب طبع ہو کر عام مخلوق کے لئے فائدہ مند ہو رہی ہے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی کاوشوں کو قبول ومنظور فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

احقر العباد

کاشف علی عفاہ اللہ عنہ

عرضِ مرتب

ہر کام کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک وقت مقرر ہوتا ہے اس لئے بعض اوقات تمام وسائل ہوتے ہوئے بھی کچھ کام اپنے انجام تک نہیں پہنچ پاتے۔ 1990ء سے لیکر اب تک عظیم صوفی شاعر سرتاجِ اولیاء سلطان العارفین حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شخصیت، کلام، کتب اور مزار اقدس سے منسلک دیگر کام اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کروائے جن میں موضع عالمپور، تحصیل دسوہہ، ضلع ہوشیارپور، انڈیا میں آپؒ کے مزار اقدس کی تعمیر کا شروع کرنا اور وہاں مزار اقدس کی کچھ غصب شدہ زمین کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مولوی صاحبؒ کے طفیل سے واگزار کرانا بھی اللہ تعالیٰ نے میری قسمت میں لکھا تھا اور میری ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا رہی ہے کہ مولوی صاحبؒ کے کلام کی اشاعت اور مختلف زبانوں میں اُس کے تراجم، مزار اقدس کی تعمیر سے لیکر اُن کی شخصیت سے متعلق تمام اُمور کے سرانجام دینے کی توفیق، طاقت اور فہم عطا کر۔ اللہ تعالیٰ کا انتہائی عاجزی کیساتھ میں شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُسنے مجھے یہ توفیق عطا کی کہ راقم الحروف نے 30 نومبر 1990ء کو حضرت مولوی غلام رسول عالمپوریؒ اکیڈمی کی بنیاد رکھی اور اس کو باقاعدہ رجسٹرڈ کروایا بعد ازاں 2011ء میں اس کے نام میں تھوڑی سی تبدیلی یعنی اکیڈمی کی جگہ ریسرچ آرگنائزیشن کر دیا۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راقم الحروف نے ہندوستان میں بھی حضور مولوی صاحبؒ

کے مزار اقدس موضع عالپور میں بھی ”حضرت مولوی غلام رسول عالپوریؒ ٹرسٹ“ رجسٹرڈ کروا دیا ہے۔ حضرت مولوی غلام رسول عالپوریؒ کے حالاتِ زندگی اور کلام پر راقم الحروف کی دو کتب شائع ہو چکی ہیں پہلی کتاب ”ڈونگھے راز“ (مولوی غلام رسول عالپوریؒ اک مطالعہ) کے نام سے حضرت مولوی غلام رسول عالپوریؒ اکیڈمی کی جانب سے 1999ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں مولوی صاحبؒ کے بارے میں پاکستان اور ہندوستان کی اہم شخصیات کے مضامین شامل ہیں۔ اس کتاب کو پاکستان اور ہندوستان کے علمی و ادبی حلقوں میں بہت پذیرائی حاصل ہوئی جبکہ میری دوسری کتاب ”پاکستانی ادب کے معمار: مولوی غلام رسول عالپوریؒ شخصیت اور فن“ اکادمی ادبیات پاکستان نے 2011ء میں شائع کی ہے اور یہ کتاب انڈیا میں 2014 میں ”لینگوئج ڈیپارٹمنٹ پنجاب“ کے ڈائریکٹر جناب چیتن سنگھ صاحب نے ادارے کی طرف سے گرمکھی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کر دی ہے اور اس کی تقریب رونمائی 15 مارچ 2014 میں پریذیڈنسی ہوٹل، ہوشیاپور میں ہوئی جس میں راقم الحروف نے بحیثیت مہمان خصوصی شرکت کی۔ مئی 2013ء میں عظیم صوفی شاعر حضرت مولوی غلام رسول عالپوریؒ کی سات نایاب تحریریں تین کتب کی صورت میں جن کو میں نے مرتب کر کے اپنی تنظیم حضرت مولوی غلام رسول عالپوریؒ ریسرچ آرگنائزیشن کی جانب سے شائع کیا ہے۔ قبل ازیں مئی 1962 میں محمد عالم کپور تھلوی مرحوم نے

متذکرہ بالا تحریروں کو اکٹھا کر کے کتابی شکل میں شائع کیا اور اس کا نام ”سَت پُھل“ رکھا لیکن میں نے فیصلہ کیا کہ مولوی صاحبؒ کی تحریروں کو ان کے اصل نام سے شائع کیا جائے۔ ”چٹھیاں“ چونکہ اپنے نام سے معروف تھیں لہٰذا ان کو اسی نام سے شائع کر دیا گیا ہے۔ حضرت مولوی غلام رسول عالمپوریؒ کی تحریر کردہ تین تحریروں ”سی حرفی سسی پنوں، سی حرفی چوپٹ نامہ اور پندھ نامہ“ کو راقم نے اکٹھا کر کے ”درد کُسالے“ کا نام دے کر شائع کر دیا ہے ۔اسی طرح ”حلیہ شریف صلی اللہ علیہ وسلم“ بھی اپنے نام سے الگ سے شائع کر دیا گیا ہے۔ میں نے ان کو از سر نو ترتیب دیا جو اشعار کم تھے ان کو پورا کیا کتابت کی غلطیوں سے پاک کیا اور مشکل الفاظ کے معنی بھی درج کر دئے ہیں۔ اسی طرح مولوی صاحبؒ کی دستیاب تمام کتب کو کمپوز کروالیا گیا ہے اور اب وہ اشاعت کے مراحل میں ہیں۔ دستیاب کتب کے الفاظ اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ 1947 میں تقسیم ملک کے دلخراش لمحات میں جب لوگوں کو بدقسمتی سے اپنا قدیم وطن ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر ہجرت کرنا پڑی تو میرا خاندان بھی اپنی تمام جمع پونجی وہیں چھوڑ کر صرف عظیم صوفی شاعر حضرت مولوی غلام رسول عالمپوریؒ کے قلمی نسخوں سے بھرا بکس اٹھا کر اپنے گاؤں سے باہر نکل کر ابھی گاؤں کے ساتھ بہتے ہوئے برساتی نالے جسے (بئیں) کہا جاتا ہے پر پہنچا تھا کہ سکھوں نے حملہ کر کے دیگر جانی نقصان کے علاوہ کتابوں سے بھرا یہ بکس بھی چھین لیا۔ اس لئے اب جو کتب کسی ذریعے سے مجھ تک پہنچی ہیں وہ عوام

تک پہنچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ پھر اس عاجز بندے کو یہ توفیق حاصل ہوئی کہ عظیم صوفی شاعر سرتاجِ اولیاء سلطان العارفین حضرت مولوی غلام رسول عالپوریؒ کی حیات مبارکہ اور کلام کے بارے میں تقریباً 3,000 صفحات پر مشتمل ایک ویب سائٹ (اردو اور انگریزی زبان میں) 2004ء میں تیار کروا کر جاری کر دی گئی اس ویب سائٹ میں مولوی صاحبؒ کے بارے میں تمام معلومات، ان کی دستیاب تمام کتب کو ویب سائٹ پر دے دیا گیا ہے جبکہ مولوی صاحبؒ کی حیات اور فکر و فن پر لکھے گئے اُردو، پنجابی اور انگریزی مقالات و منظومات کا مفصّل جائزہ بھی فراہم کر دیا گیا ہے نیز مولوی صاحبؒ کے مزار اقدس اور اُن کے بارے میں منعقدہ سیمینارز، تقاریب اور دیگر یادگاری تصاویر، وڈیو ریکارڈنگ بھی ویب سائٹ میں شامل ہیں۔ آرگنائزیشن کے قیام، اغراض و مقاصد، دستور، عہدیداران اور مجلس عاملہ کے ارکان کے بارے میں بھی تمام معلومات ویب سائٹ پر دستیاب ہیں۔ عظیم صوفی شاعر اور عظیم مبلغِ اسلام حضرت مولوی غلام رسول عالپوریؒ کی تصانیف کی صحیح تعداد آج تک کسی کو معلوم نہیں ہو سکی اس کی وجہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں تاہم جو کتابیں منظرِ عام پر آئی ہیں اُن میں اُن کی اُردو نثر میں دو کُتب موجود ہیں ایک مآرب الخاشعین اور دوسری مسئلہ توحید ہے۔ مآرب الخاشعین اُردو نثر میں اُنکی عالمانہ تالیف ہے جو اُنکے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے نسخے کی شکل میں موجود ہے۔ البتہ مسئلہ توحید اُنکے ہاتھ کا لکھا ہوا قلمی نسخہ تو نہیں ہے لیکن بہت پہلے

یہ چھپتا رہا ہے اور بعض احباب نے اِسے نقل بھی کر رکھا ہے۔ تاہم میں نے دور دراز کے سفر کیے۔ مولوی صاحبؒ کے چاہنے والوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور بعض حضرات بذاتِ خود مجھے ملنے کے لیے میرے پاس تشریف لائے تو مسئلہ توحید کے کچھ مطبوعہ اور کچھ نقل شدہ نسخے مجھے ملے ہیں۔ تاہم زیرِ نظر کتاب مآرب الخاشعین کے بارے میں مولوی صاحبؒ اپنا تعارف یوں کرواتے ہیں "بندہ ظلوم و جہول احقر غلام رسول احسن اللہ الیہ بحسن القبول متوطن عالپور" کتاب کا نام تاریخی ہے فرماتے ہیں "بلحاظ حسن التفاول و برعایت تطابق عام التصنیف اِس کا نام مآرب الخاشعین مقرر ہوا" مآرب الخاشعین سے 1305 کے اعداد بر آمد ہوتے ہیں جو 1887 سنہ عیسوی کے برابر ہیں۔ جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں نہایت عالمانہ انداز میں مستلزماتِ نماز سے بحث کی گئی ہے اور کتاب کو چھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اُردو میں کتاب تالیف کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں " تقلیدِ زبان اُردو کا باعث یہ ہے کہ اس دیار کے سعادت مندانِ ازلی کو مایہء علمی کمتر ہے وہ بھی اسکے استفادہ سے بالکل بے بہرہ نہ رہیں اور علمائے بیدار دل کو خود مجھ سے بے سرو سامان کے تیقیظ کی احتیاج نہیں۔" حضرت مولوی صاحبؒ نے بڑی سادہ زبان استعمال کرنے کی کوشش کی ہے۔ فرماتے ہیں "تکلفات و عبارت آرائی و رنگینی فقرات سے اجتناب کیا گیا کہ حارج مقصد ہے و باعث صرف توجہ الی غیر المطلوب" اسکے باوجود حضرت مولوی صاحبؒ کو یہ احساس ہے کہ اس طرح

کی زبان شاید بہت سے آدمی نہ سمجھ سکیں اس لیے اُنہوں نے مشورہ دیا ہے فرماتے ہیں" اِس میں بسبب نہایت اختصار التزام سلاست ِلغت عمل میں نہیں آیا تو کوئی شایق قلیل البضاعت کسی فایق جلیل الاستطاعت سے اسکے بعض اغلاق لفظی یا معنوی کا استکشاف کرے تو مبہمات و جملات کی شرح و تفصیل سے محظوظ و کامیاب ہووے"کتاب کی دینی اہمیت موضوع سے واضح ہے اور اس لحاظ سے اُس زمانے میں پنجاب میں لکھی جانے والی اُردُو کا شاہکار بھی ہے۔ کتاب میں اندازِ بیان ، تراکیب اور محاورات مولوی صاحبؒ کے زمانے کے ہیں۔ مآرب الخاشعین کا قلمی نسخہ تو میرے پاس موجود تھا لیکن اس کی کمپوزنگ میں اہم مرحلہ قرآنی آیات کو نمبر لگانا اور بیان کی گئی احادیث واقوال کا جائزہ لینا پھر یہ بھی ذہن میں آیا کہ مشکل الفاظ کے معنی بھی ساتھ دے دیئے جائیں یا اس کی مختصر شرح کر دی جائے لیکن اس سارے کام کیلئے بہت وقت درکار تھا اسلئے یہ فیصلہ ہوا کہ فی الحال اِسکو اصل شکل میں شائع کر کے ناظرین تک پہنچا دیا جائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کام کیلئے ایک ماحول بن گیا اور ذہن تیار ہو گیا۔ 2013 ء کے آخر میں مآرب الخاشعین کی کمپوزنگ کا کام شروع ہوا اسی دوران دو تین بار مجھے ملک سے ایک ایک ماہ کیلئے باہر جانا پڑا لیکن اِس کی کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ جاری رہی حتیٰ کہ 2015ء کا سال آ گیا۔ اب چونکہ مآرب الخاشعین کو شروع کئے دو سال کا عرصہ بیت چکا تھا اندرونی و بیرونی معاملات کی وجہ سے حالات اور ماحول ناساز گار تھے اسلئے

چاہتے ہوئے بھی اُس کی طرف توجہ نہیں دی جا رہی تھی۔23 مئی 2015ء کو ایک بار پھر مولوی صاحبؒ کے مزارِ اقدس ہندوستان سے واپسی پر پھر ذہن اِس کام کیلئے تیار ہو اور کوئی چھٹی بار پروف ریڈنگ کے مراحل سے گزر کر مآرب الخاشعین اشاعت کیلئے تیار ہو گئی اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے یہ مشکل کام آسان ہو گیا اور پایۂ تکمیل تک پہنچا۔مآرب الخاشعین کی پروف ریڈنگ میں بہت محنت اور احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اِس کارِ خیر میں میرے ساتھ مولانا محمد اسحاق صاحب مرحوم اور اُنکے شاگردِ خاص کاشف حسین صاحب کا خصوصی تعاون رہا ہے۔میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد اسحاق مرحوم پر رحمت فرمائے اور اُن کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجہ عطا فرمائے۔کاشف حسین صاحب کو اللہ تعالیٰ صحت کے ساتھ زندگی عطا فرمائے اور اِس نیک عمل کی وجہ سے حضرت مولوی صاحبؒ کے طفیل اُنکی زندگی کو آسان بنائے۔اِس کتاب کو کمپوز کرنے کی ذمہ داری محمد خرم شہزاد صاحب نے ادا کی۔انہوں نے نہایت محنت اور لگن کے ساتھ اِس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اللہ تعالیٰ اُنکی زندگی کو آسان بنائے اُنکو اِس نیک کام کی بدولت کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔میں پورے یقین سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میں نے برِ صغیر میں اِس موضوع پر اپنے مطالعہ میں اتنی اعلیٰ کتاب نہیں دیکھی۔ میرے ایک عزیز ترین دوست محمد آصف صاحب جو بذاتِ خود نمود و نمائش کے قطعاً قائل نہیں ہیں لیکن میں نہیں چاہتا کہ اِس کارِ خیر میں جو حصّہ انہوں نے ڈالا ہے اُس کا

ذکر نہ کروں۔ آپ ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں بسلسلہ ملازمت فیصل آباد میں کافی عرصہ سے مقیم تھے اور حسنِ اتفاق سے اُن کا سُسرال بھی یہیں اقامت پذیر ہے۔ محمد آصف صاحب کی خواہش تھی کہ اِس کتاب کے تمام اخراجات وہ اور ان کے ہم زلف عمر حبیب لودھی صاحب بطور ہدیہ ادا کریں گے لہٰذا ہم نے اِس کتاب کا تخمینہ لگوایا اور وہ رقم انہوں نے میرے پاس جمع کروادی۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں دینی و دنیوی انعامات سے نوازے اور اُنکے اہلِ خانہ اور عزیز و اقارب کو ہر مشکل سے محفوظ رکھے اور دنیا و آخرت میں اجرِ عظیم عطا کرے۔ باوجود اِسکے کہ ہم نے اِسکی پروف ریڈنگ میں پوری احتیاط سے کام لیا اور اس کی حق ادائی میں کسی قسم کی غفلت کا مظاہرہ نہیں کیا تاہم انسان ہونے کے ناطے ہم سے کوئی غلطی متوقع ہو سکتی ہے اور وہ غلطی مصنف کی نہیں بلکہ کتابت کے دوران ہم سے سہواً ہو سکتی ہے۔ اگر کسی صاحب کو کسی لفظ میں کتابت کی کوئی غلطی محسوس ہو تو براہِ کرم وہ ہمیں اطلاع کر کے اگاہ کریں ہم اُنکے احسان مند ہونگے۔

احقر

صاحبزادہ مسعود احمد عالمپوری

بانی و صدر

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوریؒ ریسرچ آرگنائزیشن (رجسٹرڈ)

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ علیہ ہوراں دی نذر

شاعرِ پنجاب

رُتبہ اوہدا لاثانی ہے اُچا اوہدا پایہ
عالمپور دا شاعر سارے عالم اُتے چھایا
سِلک گہر دا مصرعہ اوہدا شعر بُھلاں دا گجرا
اونے جہڑا اکھر لکھیا اج وی لگدا سجرا
اوہدی بات مشالاں وانگر جیوں پگ لشکاندی
اوہدی سوچ چنبے دی ڈالی مغزاں نوں مہکاندی
اوہدا نقطہ عشق دا نکتہ گُجیاں رمزاں والا
ایڈا شاعر فِر کَد جمنا واہ سُبحان تعالیٰ
صابر یار غُلام رسُول نے جین دے پج سکھائے
"عاشق تے اندھیری جُھلے ذرا نہ جُنبش کھائے"

ڈاکٹر صابر آفاقی

مظفر آباد، آزاد کشمیر (28اکتوبر،2000ء)

سوانح حیات (Biography)

عظیم صوفی شاعر سر تاج اولیاء سُلطان العارفین حضرت مولوی غلام رسول عالمپوریؒ

پیدائش:

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 5 ربیع الاوّل 1265ھ، بمطابق 29 جنوری 1849ء بروز سوموار کو موضع عالمپور، تحصیل دسوہہ، ضلع ہوشیارپور، ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کے دادا کا نام چوہدری سلطان علی اور دادی کا نام ہاجرہ بی بی تھا۔ آپؒ کے والد محترم چوہدری مراد بخش کی دو شادیاں ہوئیں پہلی شادی گاؤں لُدھیانی میں ہوئی اس بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوئی اور دوسری شادی موضع دُھوتاں میں خداداد کی بیٹی رحمت بی بی سے ہوئی اور یہی خاتون محترمہ رحمت بی بی مولوی صاحبؒ کی والدہ تھیں۔ مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ آپؒ کی پیدائش کے چھ ماہ بعد آپؒ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عمر ابھی تقریباً 12 سال تھی کہ آپؒ کے والد محترم بھی اس فانی دنیا سے کوچ کر گئے۔

تعلیم:

ظاہری طور پر باقاعدگی سے تحصیل علم کے بارے میں کسی طرف سے کوئی سراغ نہیں ملتا اور یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آپؒ علم لدنی یعنی (الہامی علم) سے

مستفیض تھے۔ اللہ تعالیٰ کا آپؒ پر خاص فضل و کرم تھا تاہم ابتدائی تعلیم کے طور پر اپنے گاؤں کے مولوی حامد صاحب سے کچھ عربی اور فارسی کی کتب پڑھیں پھر کچھ علم قریب کے ایک گاؤں غلزیاں کے مولوی عثمان صاحب سے حاصل کیا۔

ملازمت:

ظاہری علوم سے فارغ ہونے کے بعد آپؒ میرپور کے پرائمری سکول میں بحثیت استاد پڑھانے لگے۔ آپؒ نے میرپور کے پرائمری سکول میں بحثیت استاد 1864ء سے 1878ء تک 14 سال تعلیم دی۔ 1878ء میں آپؒ کا تبادلہ موضع مہیسر ہو گیا۔ ''مہیسر'' عالمپور سے تقریباً 2 میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں آپؒ نے 4 سال پڑھایا اور 1882ء میں ملازمت سے استعفیٰ دے کر عالمپور آ گئے۔ آپؒ نے تقریباً 18 سال بحثیت سکول اُستاد ملازمت کی اور جب آپؒ نے استعفیٰ دیا تو اس وقت آپؒ کی عمر تقریباً 33 سال تھی۔

خُلق اور عادات وخصائل:

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادتیں بہت پیاری تھیں۔ وہ طبیعت کے بہت اچھے اور ملنسار تھے ساری عمر کسی سے غصے میں آ کر نہیں بولے۔ راہ چلتے تو نظریں نیچی ہوتیں۔ بڑے باوقار انداز سے چلتے تھے۔ خوش لباس اور خوش گفتار تھے۔ طبیعت میں لطیف سا مزاح بھی تھا۔ آپؒ سفید کرتا، سفید دھوتی اور سفید پگڑی پہنتے تھے تاہم کبھی کبھار مسدی پگڑی اور ملتانی لنگی بھی پہن

لیتے تھے۔ آپؒ باقاعدگی سے مسواک کرتے تھے۔ آپؒ کی بات میں بڑی تاثیر تھی اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو فصاحت و بلاغت عطا فرمائی تھی۔ لوگ آپؒ کا بہت احترام کرتے تھے قوت ایمانی کا یہ حال تھا کہ بڑے سے بڑا آدمی بھی آپؒ کے سامنے جھوٹ بولنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔

حُلیہ مبارک:

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قد تقریباً پونے چھ فٹ تھا۔ آپکے چہرے کے نقوش خوبصورت تھے۔ جسم مبارک پتلا تھا مگر نحیف نہ تھے بلکہ صحت منداور متناسب جسم تھا۔ آپؒ کی داڑھی مبارک چھوٹی تھی۔ دانت سفید، ہموار اور خوبصورت تھے۔ رنگ گورا سرخی مائل تھا۔ آنکھیں درمیانی تھیں نہ زیادہ موٹی اور نہ چھوٹی تھیں اور سُرخی مائل تھیں۔ آپؒ کی ہتھیلی بھرپور تھی اور سُرخی مائل تھی۔ آپؒ کے سر کے بال بھرپور تھے لیکن زیادہ لمبے نہ تھے۔ آپؒ کی پیشانی تنگ نہ تھی بلکہ بہت مناسب تھی۔ آپؒ کی گردن مناسب تھی زیادہ پتلی نہ تھی اور نہ ہی بہت موٹی تھی۔

نکاح واولاد:

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تین شادیاں ہوئیں پہلی شادی موضع ڈھوتاں تحصیل بھُونگہ ریاست کپور تھلہ اپنے ماموں علی بخش کی بیٹی کرم بی بی سے بیس 20سال کی عمر میں 1869ء میں ہوئی یہ بیوی 1873ء میں

وفات پا گئیں ان میں سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ دوسری شادی گاؤں سکرالا ضلع ہوشیارپور 1881ء میں ہوئی یہ بیوی 1886ء میں وفات پا گئیں ان میں سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جن کا نام "عائشہ بی بی" تھا۔ عائشہ بی بی کی شادی چوہدری سلطان علی سے ہوئی جو عالمپور کے قریب ایک گاؤں بلڑاں کے رہنے والے تھے۔ 1947ء سے پہلے دونوں میاں بیوی فوت ہو گئے۔ ان کی ایک بیٹی غلام فاطمہ اور بیٹا فضل احمد تھا فضل احمد جوان عمر میں ہی وفات پا گیا جبکہ غلام فاطمہ کی شادی محمد علی سے ہوئی اور یہ دونوں میاں بیوی 1947ء کے بعد پاکستان آ گئے اور چند سال بعد ان کا انتقال ہو گیا ان کی اولاد ضلع فیصل آباد اور ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں آباد ہے۔ تیسری اور آخری شادی 1309 ہجری بمطابق 1891ء میں گاؤں کھنیاں ودھایا کے رہائشی گلاب گجر کی بیٹی محترمہ زینب بی بی سے ہوئی ان میں سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جن کا نام خدیجہ بی بی تھا۔ خدیجہ بی بی کی پیدائش سے تقریباً 2 ماہ قبل مولوی صاحبؒ کی وفات ہو گئی لیکن وفات سے قبل مولوی صاحبؒ نے اپنی بیوی زینب بی بی سے کہا کہ تمہارے ہاں بیٹی پیدا ہو گی اور اُس کا نام خدیجہ بی بی رکھنا لہٰذا ایسا ہی ہوا۔ خدیجہ بی بی کی عمر تقریباً پانچ سال تھی کہ ان کی والدہ محترمہ زینب بی بی کا انتقال ہو گیا۔ محترمہ خدیجہ بی بی کی شادی چوہدری عبدالعزیز سے ہوئی جو عالمپور ہی کے رہنے والے تھے اور ان کا تعلق اہم زمیندار گھرانے سے تھا۔ محترمہ خدیجہ بی بی پاکستان بننے سے پہلے وفات پا گئیں جبکہ چوہدری عبدالعزیز پاکستان بننے

کے کافی عرصہ بعد تک زندہ رہے اور اُن کی وفات 1975ء میں ہوئی۔ محترمہ خدیجہ بی بی کی اولاد دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں بڑا بیٹا عبد الطیف تقریباََ 18 سال کی عمر میں پاکستان بننے سے قبل وفات پا گیا ان سے چھوٹے سعیدہ بیگم، مسعودہ بیگم، عبد الرشید اور رضیہ بیگم ہیں۔ 1947ء کے بعد محترمہ رضیہ بیگم کی شادی چوہدری غلام قادر سے ہوئی۔ جو موضع پھامبڑا، تحصیل بھونگہ، ریاست کپور تھلہ، انڈیا کے رہنے والے تھے جو کہ پاکستان آکر ضلع لائل پور تحصیل سمندری میں آباد ہوئے بعد ازاں 1975ء میں گاؤں سے ترک سکونت کر کے لائل پور میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے۔ بندہ صاحبزادہ مسعود احمد محترمہ رضیہ بیگم کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے جبکہ محترمہ خدیجہ بی بی کا نواسا اور مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا پڑنواسا ہے۔

تصانیف:

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام میٹرک سے ایم اے تک پاکستانی نصاب میں شامل ہے اور آپؒ کی شخصیت اور کلام پر ڈاکٹر صادق جنجوعہ اور ڈاکٹر حفیظ احمد نے پی ایچ ڈی کی ہے۔ آپؒ کا زیادہ تر کلام پنجابی میں ہے لیکن آپؒ نے بڑی اہم کتب اُردو، فارسی اور عربی میں بھی تحریر کی ہیں۔ میں نے حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتب کے بارے میں ترتیب وار جو تاریخ اور سن دیئے ہیں کہ اُنہوں نے کس تاریخ، سن، کتنی عمر اور کتنے عرصہ

میں کتاب مکمل کی ہے یہ تمام معلومات بالکل صحیح ہیں کیونکہ تمام تر معلومات مولوی صاحبؒ نے خود اپنی کتب میں فراہم کی ہیں۔

آپؒ کی اب تک منظر عام پر آنیوالی کتب کا تذکرہ کئے دیتا ہوں۔

(1) آپؒ نے سب سے پہلے "داستان امیر حمزہ" کی پہلی جلد پندرہ سال کی عمر میں تقریباً ایک ماہ میں 1281 ہجری بمطابق 1864ء میں مکمل کی جبکہ دوسری اور تیسری جلد بروز جمعرات 16 محرم 1286ھ بمطابق 29 اپریل 1869ء 8 بیساکھ 1926 بکرمی 20 سال کی عمر میں 2 ماہ میں مکمل کیں۔ جس کے اشعار کی تعداد تقریباً 20,000 ہزار ہے۔

(2) دوسری کتاب "روح الترتیل" 19 سال کی عمر میں 1285ھ بمطابق 1868ء کو مکمل کی جس کے اشعار کی تعداد 256 ہے۔

(3) حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تیسری کتاب "احسن القصص" 24 سال کی عمر میں ایک ماہ میں 1290ھ مطابق 1873ء کو مکمل کی جس کے اشعار کی تعداد 6666 ہے۔

(4) چوتھی کتاب "مسئلہ توحید" یہ اُردو نثر میں ہے جو آپؒ نے 29 سال کی عمر میں 17 ذیعقد 1295ھ مطابق 1878ء کو مکمل کی۔

(5) "سی حرفی حلیہ شریف حضور ﷺ" 27 ربیع الاول 1297ھ مطابق 9 مارچ 1880ء موافق 28 پھاگن 1936 بکرمی بروز منگل بوقت عصر میراں وجانی

موچی کی فرمائش پر تحریر کیا۔اس وقت آپؒ کی عمر31سال تھی۔

(6)''چٹھیاں''مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سید روشن علی، ہیرے شاہ اور صاحبزادہ غلام یٰسین کو منظوم چٹھیاں لکھیں۔جو چٹھی آپؒ نے اپنے شاگردِ خاص سید روشن علی کو لکھی ہے اس میں مولوی صاحبؒ خود فرماتے ہیں یہ نامہ بتاریخ8محرم1300ہجری بمطابق26کاتک سن1939بکرمی بمطابق10نومبر 1882ء بروز دوشنبہ (یعنی بروز سوموار) بوقت نیم روز (یعنی بوقت دوپہر)جانی موچی کی دکان میں بیٹھ کر بحالت درد چشم لکھا گیا۔اس وقت آپؒ کی عمر33سال تھی۔

(7) '' سی حرفی سسی پنوں'' یہ سی حرفی آپؒ کی شاعری کی خوبصورت مثال ہے۔

(8)''سی حرفی چوپٹ نامہ'' یہ سی حرفی بھی آپؒ کی شاعری کی خوبصورت مثال ہے۔

(9)''پندھ نامہ'' یہ منظوم ہے اور یہ ایک عورت کے راستہ دریافت کرنے پر لکھا گیا ہے۔

(10)مولوی صاحبؒ کی دسویں اور آخری تصنیف جو اب تک سامنے آئی ہے وہ ''مآرب الخاشعین'' ہے جو کہ اُردو نثر میں آپؒ کی دوسری تصنیف ہے۔مآرب الخاشعین آپؒ نے1305ھ بمطابق1887ء کو38سال کی عمر میں لکھی ہے۔ان کے علاوہ آپؒ کی کتب'' قصہ روپن'' اور ''گجر نامہ'' بھی ہیں جو کہ باوجود تلاش

کے ابھی تک نہیں مل سکیں۔

وفات:

حضرت مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ 7شعبان 1309ہجری بمطابق 7مارچ 1892ء بمطابق 24پھاگن بروز سوموار کو 43سال کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے اور آپؒ کو موضع عالمپور، تحصیل دسوہہ، ضلع ہوشیار پور کے ہی قبرستان میں دفن کیا گیا اور وہیں آپؒ کا مزار اقدس ہے۔ مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تین دن بیمار رہے دوست احباب کو بتا دیا تھا کہ ہمارا جانے کا وقت ہے جس نے ہمیں ملنا ہے مل لے تین دن بعد بوقت چاشت آپؒ کا وصال ہو گیا۔ آپؒ کی نماز جنازہ آپؒ کے ایک دوست مولوی عبد اللہ صاحب تلونڈی والے نے کرائی ان کے ساتھ مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وعدہ تھا کہ پیچھے رہنے والا آگے جانے والے کی نماز جنازہ پڑھائے گا۔ جب مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات ہوئی اُس وقت مولوی عبد اللہ صاحب عالمپور سے چند میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں پنڈوری میں موجود تھے جہاں پر مولوی عبد اللہ صاحب کو بذریعہ کشف مولوی غلام رسول عالمپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کا علم ہوا اَور وہ کئی میل کا پیدل سفر کر کے پہنچے جب غسل کروانے لگے تو مرحوم تھوڑے سے اشارہ سے پانسا پلٹ جاتے تھے جب لحد کے قریب پہنچے تو مولوی عبد اللہ صاحب نے کہا کہ آپ نے ہمارا انتظار بھی نہ کیا تو اس وقت مرحوم کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے

مولوی عبد اللہ صاحب نے اپنے رومال سے ان کے آنسو پونچھ کر اپنے منہ پر مل لئے۔ جب غسل کفن کے بعد قبر کی لحد میں اتارا گیا تو مولوی عبد اللہ صاحب فرمانے لگے لوگو آج میں تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میرے دوست تھے میں جانتا تھا کہ وہ کامل ولی اللہ ہیں لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ ولایت کے اس قدر بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

میں یہاں چند باتوں کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ آنے والی نسلوں تک صحیح اور مستند معلومات پہنچ سکیں اور تحقیق دانوں کے لئے آسانی رہے۔

(1) بندہ صاحبزادہ مسعود احمد کے والد محترم چوہدری غلام قادر (مرحوم) کو بھی مولوی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے انتہائی عقیدت و محبت تھی اس لئے اُنہوں نے مولوی صاحبؒ کے مزار اقدس کی تعمیر کے لئے 1990ء میں سردار نرمل سنگھ سے بھارت میں رابطہ کیا، جنہوں نے اپنے دوستوں سے مل کر مولوی صاحبؒ کی قبر مبارک کو 1991ء میں از سر نو تعمیر کیا۔

(2) 20 اپریل 2007ء کو 1947ء کے بعد پہلی بار راقم الحروف موضع عالمپور تحصیل دسوہہ ضلع ہوشیار پور انڈیا میں مولوی صاحبؒ کے مزار اقدس پر پہنچا تو مولوی صاحبؒ کی قبر مبارک کے سرہانے کی طرف جو پتھر کا کتبہ لگا تھا اُس پر بھی مولوی صاحبؒ کی تاریخ پیدائش 29 جنوری 1849ء اور تاریخ وفات 7 مارچ 1892ء ہی درج تھی۔

(3)مولوی صاحبؒ بہت اعلیٰ پائے کے طبیب بھی تھے آپؒ نے اپنے گھر کے قریب ایک مسجد بنوائی جہاں آپ کی زیر نگرانی مکتب میں تقریباً 40شاگرد دُور دراز سے آکر تعلیم حاصل کرتے تھے۔مولوی صاحبؒ اِن کو دینی علوم کیسا تھ طب، اُردواَور فارسی کی مفت تعلیم دیتے تھے۔ آپؒ کا خاندانی پیشہ زمینداری تھی۔ ایک دفعہ مولوی غلام رسول عالپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا علی بخش نامی نوکر مویشیوں کے لیے چارہ لے کربڑی دیر بعد گھر آیا تومولوی صاحبؒ نے اس کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

سارا دن اڈیکیا گیا کویلا ہو
ڈھیر کمائی تدھ دی بھریاں پونے دو

(4) راقم کو خاندانی طور پر اس بات کا علم ہے کہ حضرت مولوی صاحبؒ کے والد محترم کسی مسجد کے امام نہیں تھے کچھ لکھاری حضرات نے بغیر تحقیق کے اُن کو امام مسجد لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔ وہ ایک نیکدل انسان تھے اور ان کا خاندانی پیشہ زمینداری تھی۔ میں یہاں اِس بات کی وضاحت کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ سّید روشن علی حضرت مولوی صاحبؒ کے شاگرد تھے۔

(5)نصاب کی کُتب اور دیگر تحقیقی کتب میں مختلف احباب نے بغیر کسی تحقیق کے مولوی صاحبؒ کے سلسلہ طریقت کے بارے میں مختلف آراء دی ہیں لیکن اُن کے پاس کوئی واضح دلیل اور سند نہ ہے۔ یہ بات آپؒ کے وصال سے لیکر آج تک

یعنی تقریباً 117 سال تک معمہ بنی رہی لیکن مارچ 2009ء میں مولوی صاحبؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا منظوم شجرۂ طریقت مجھے مل گیا ہے۔ یہ شجرۂ طریقت تین زبانوں اُردو، فارسی اور پنجابی میں لکھا ہوا ہے اور یہ شجرہ مولوی صاحبؒ نے 12 سال کی عمر میں کسی دوست کے ایما پر لکھا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ظاہری طور پر کہیں بیعت نہ تھے۔ اب چونکہ میرے پاس شجرہ طریقت کی صورت میں سند موجود ہے۔ میں اس شجرۂ طریقت کو شائع کر کے عوام تک جلد پہنچادوں گا۔
مولوی صاحبؒ کے بقول

عشق کرم دا قطرہ ازلی تیں مَیں دے وس ناہیں
اِکناں لبھدیاں ہتھ نہ آوے اِکناں دے وچ راہیں

میں نے ہمیشہ ایمانداری سے سچ بات کی ہے اور سچ بات کو صدق دل سے تسلیم کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی تاریخی شخصیت کے بارے میں قلم اُٹھانے سے پہلے پوری ذمے داری، تحقیق اور احتیاط سے معلومات اکٹھی کرنی چاہئیں جن میں ذاتی خواہشات کا عمل دخل نہ ہو تاکہ آنیوالی نسلوں تک صحیح، مستند اور مفید معلومات پہنچ سکیں لہٰذا تاریخ لکھنے کیلئے اعلیٰ اور کھلے ذہن کی ضرورت ہے اور یہ کام انتہائی ذمہ داری، خلوص اور ایمانداری سے کرنا چاہیے۔

تحریر و تحقیق :

صاحبزادہ مسعود احمد عالمپوری

شجرۂ نسب

راقم الحروف بندہ صاحبزادہ مسعود احمد نے جنوبی ایشیاء کے عظیم صوفی شاعر سرتاجِ اولیاء سُلطان العارفین حضرت مولوی غلام رسول عالپوریؒ کا شجرہ نسب مرتب کر دیا ہے تاکہ تحقیق دانوں اور علم وادب کے شائقین کے لئے آسانی رہے۔ شجرہ نسب حسب ذیل ہے۔

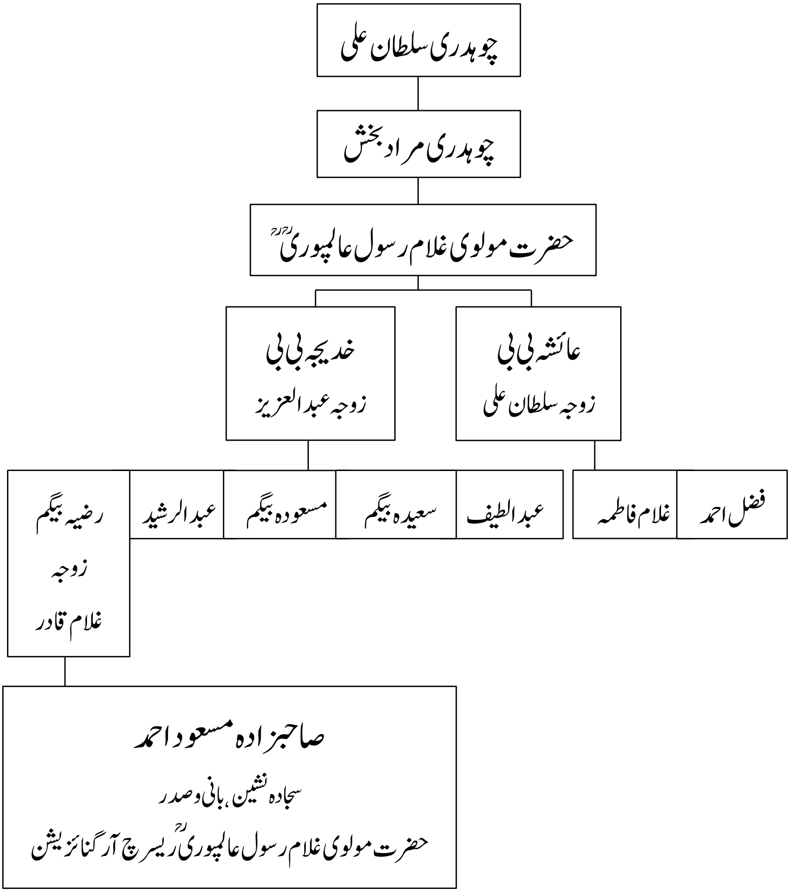

مآرب الخاشعین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الصَّلٰوۃَ قُرَّۃَ عَیْنِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عِمَادَ دِیْنِ الْمُسْلِمِیْنَ وَ مِعْرَاجَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ مَآرِبَ الْخَاشِعِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی اُسْوَۃِ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہِ الطّٰھِرِیْنَ وَ صَحْبِہِ الطَّیِّبِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیَّ حَتّٰی اَتُوْبَ وَ اعْصِمْنِیْ حَتّٰی لَا اَعُوْدَ اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیَّ الطَّاعَاتِ وَ کَرِّہْ اِلَیَّ الْخَطِیْئَاتِ اَمَّا بَعْد

بندۂ ظلوم وجہول احقر غلام رسول اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْہِ بِحُسْنِ الْقَبُوْل متوطن عالم پور پہلے جناب اقدس ربانی سے استعاذہ کرتا ہے کہ محض اپنے فضل سے ہم کو اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ [البقرۃ:۴۴] کے خطاب کا مصداق نہ بناوے ثانیاً استدعاء ہے کہ زندہ دلوں کے شرف التفات سے مستفید فرماوے پھر طلبۂ دینیات کی خدمت میں عرض ہے کہ اس خاکسار الم چشیدۂ دردِ نایافت کے دل میں ڈالا گیا کہ بایں بے بضاعتی بمرادِ ایقاظ الرقود کہ بحالتِ سجود غفلت کی نیند میں سوئے پڑے ہیں ان کے جگانے کے ارادہ پر ایک موجز سا رسالہ حیزِ تحریر میں آوے اور اس میں مقصود تنبیہِ نفسِ خود ہو استقلالاً و افادۂ سُعداء اشتمالاً فَشُرِعَ مُسْتَعِیْناً بِاللّٰہِ وَ ھُوَ یَھْدِیْ السَّبِیْل چونکہ اس قسم کا بیان اربابِ خشوع کی کامیابی کا مقام ہے اور یہی بلحاظ حسن التفاؤل وبرعایتِ تطابقِ عام التصنیف اس کا

نام "مَاٰرِبُ الْخَاشِعِیْن" مقرر ہوا۔

فیا ایها الخاشعون انظروا فیها ما قیل من ماربکم مع اغماض النظر عن قائلها و حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَاَقْبَلُوْهَا بِالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ

تقییدِ اختیارِ زبانِ اردو کا باعث یہ ہے کہ اس دیار کے جن جن سعادت مندانِ ازلی کو مایۂ علمی کمتر ہے وہ بھی اس کے استفادہ سے بالکل بے بہرہ نہ رہیں اور علماءِ بیدار دل کو خود مجھ سے بے سروسامان کے تیقیظ کی احتیاج نہیں اور اس میں بسبب نہایتِ اختصار التزامِ سلاستِ لغت عمل میں نہیں آیا تو کوئی شائق قلیل البضاعت کسی فایق جلیل الاستطاعت سے اس کی بعض اغلاق لفظی یا معنوی کا استکشاف کرے تو چند مبہمات و مجملات کی شرح و تفصیل سے محظوظ و کامیاب ہووے ہاں تکلفاتِ عبارت آرائی و رنگینی فقرات سے اجتناب کیا گیا کہ حارجِ مقصد ہے وباعثِ صرفِ توجہ الی غیر المطلوب۔

اَلرَّکْعَۃُ الْاُوْلٰی فِیْ ضَرُوْرَۃِ الصَّلٰوۃِ وَضَرَرِ تَرْکِھَا

سن اے عزیز! اسعدك الله وایّایٰ، عقائد کی تصحیح کے بعد عمدہ ترین عبادات و جامع جمیع خیرات و برکات صلوۃ ہے اس کے اتیان بعمل سے بڑھ کر نہ کسی عمل کی فضیلت ہے اور نہ اس کے ترک کی برائی کے برابر کوئی فضیحت، اس لئے قیامت کے دن سب اعمال سے پہلے مومن کی نمازوں کا حساب لیا جاوے گا۔ پورا اترا تو بہتر ورنہ اخذ در اخذ، قرآن مجید میں ہے کہ اصحاب الیمین جنت سے مجرموں کو دوزخ میں دیکھ کر پوچھیں گے:

مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ○ [المدثر:۴۲]

یعنی کس چیز نے تم کو دوزخ میں چلایا؟

قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ○ [المدثر:۴۳]

تو وہ مجرم کہیں گے کہ ہم دنیا میں نمازیں نہیں پڑھتے تھے، اگرچہ پیچھے اور بھی سیئات کا ذکر ہے مگر اول ترک صلوۃ ہی کی حسرت کا دم بھریں گے اور اور جگہ فرمایا ہے:

یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ○ خٰشِعَۃً اَبْصٰرُھُمْ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ ؕ وَ قَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ وَ ھُمْ سٰلِمُوْنَ○ [القلم:۴۲]

حاصل یہ کہ قیامت کے دن لوگوں کو سجدہ کے لئے پکارا جاوے گا تو اشرار فجار سجدہ نہ کر سکیں گے شرم اور حسرت کے مارے اُن کی آنکھیں نیچے کو جھکی ہوں گی اور نہایت ذلیل اور خوار ہوں گے یہ ان کا حال اس لئے ہو گا کہ دنیا میں صحت و فرصت کی حالت میں سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے تو ان سے نہ ہو آیا سو جن کی حسرت اور ذلت کا یہ حال ہو گا اور دخل حضور سے رہ جائیں گے وہ بے شک راندے گئے دوزخ کے سوا ان کا ٹھکانہ رہا اور فرمایا:

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ ٥ وَ صَاحِبَتِهٖ وَ اَخِيْهِ ٥ وَ فَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ٥ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ٥ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ٥ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ٥ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى ٥ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰى ٥ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ٥ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا٥ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا٥ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ٥ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ٥... الی قوله: عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ٥ [المعارج:١١ تا ٣٤]

مطلب یہ کہ مجرم آرزو کرے گا کہ قیامت کے عذاب سے اپنی پیاری بیٹی اور ہم راز بیوی اور غم خوار بھائی اور اُن خیر خواہ خویشاوندوں کو جنہوں نے دنیا میں اسے ٹھکانہ دیا اور اپنی پناہ میں لیا اور سارے جہانیان کو اپنی جگہ فدیہ دے کر خود بچ جاوے ایسا ہونے کا نہیں۔ یعنی مجرم کی آرزو ہو گی کہ میرے سب

پیارے جن کو میں دنیا میں اپنی جان سے مقدم سمجھتا تھا اور وہ مجھے ایسا ہی سمجھ کر اچھا سلوک کرتے تھے میرے عوض دوزخ میں عذاب دیے جائیں اور مجھے چھوڑ دیا جائے مگر یہ کون مانے۔ مجرم کو دوزخ سے یہ دہشت کیوں نہ ہو کہ وہ تو بھڑکتی آگ ہے کہ اپنے مقناطیسی اثر سے ان کو اپنی طرف کھینچ کر سمیٹتی جاتی ہے اور ان مجرموں کو نام اور لقب سے پکار رہی ہے جنہوں نے قبلۂ اطاعت کی طرف پشت کی اور نماز اور طاعاتِ باقیہ سے منہ پھیرا اور مال و دنیا کو اکٹھا کیا اور برتنوں و ذخیرہ دانوں میں رکھ چھوڑا یعنی اس میں سے خدا کا حق ادا نہ کیا۔ بے شک انسان نہایت درجے کا لالچی ہے، جب اسے تنگی اور تکلیف پہنچی تو بے قراری سے بھڑک اٹھتا ہے اور جب توانگری و آسودگی ہوتی ہے تو غرور میں آکر اپنے آپ کو اطاعتِ الٰہیہ سے روک بیٹھتا ہے مگر نماز پڑھنے والے کہ ہمیشہ پڑھتے ہیں اور کبھی ترک نہیں کرتے اس سے مستثنٰی ہیں۔ اور نماز کی برکت کے سبب سب قباحاتِ دُنیوی واُخروی سے اِن کو امن ہے۔ یہاں تک کہ اس بیان کے اخیر پر فرمایا کہ وہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں سب شرائط و آداب و اوقاتِ صلوۃ کو اچھی طرح سے نگاہ رکھتے ہیں حق تعالیٰ نے زیادتِ اکرام کی نظر سے مستثنٰی لوگوں کا ابتدا و انتہا نماز پڑھنے والوں سے کیا۔ کلام اللہ میں ایسا ہی کئی جگہ نماز کے فضائل اور اس کے ترک کی برائیاں مذکور ہیں اور یونہی احادیث میں مفصل ہے۔ لہٰذا طبقۂ اولیٰ اصحاب خیر القرون ماہرانِ کتاب و سنت کا یہی اعتقاد تھا کہ تارک الصلوۃ کا اسلام

معتبر نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بروایت عبد اللہ ابن شقیق رضی اللہ عنہ وارد ہے:

كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكُهٗ كُفْرٌ غَيْرَ الصَّلٰوةِ

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔ فقط نماز کے ترک کو کفر جانتے تھے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ [رَوَاهُ مُسْلم]

جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے اور کفر کے بیچ میں نماز کے ترک کا فرق ہے یعنی بندہ نے نماز کو ترک کر دیا تو کفر میں پڑا یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے:

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی الله عنه قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى قَالَ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا۔۔۔ الخ [متفق علیه)

یعنی حضرت عبد اللہ ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا کام بہت پسند ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کو وقت پر ادا کرنا۔ الی آخر الحدیث [یہ حدیث بخاری اور مسلم کی ہے]

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرِو ابْنِ الْعَاصِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ ذَکَرَ الصَّلٰوۃَ یَوْماً فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَیْہَا کَانَتْ لَہٗ نُوْراً وَّبُرْھَاناً وَّنَجَاۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْہَا لَمْ تَکُنْ لَّہٗ نُوْراً وَّلَا بُرْھَاناً وَّلَا نَجَاۃً وَّکَانَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَعَ قَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامَانَ وَاُبَیِّ ابْنِ خَلَفٍ۔

یعنی عمرو بن العاص کے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ ایک دن آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر بیان کیا پھر فرمایا کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے یعنی ہمیشہ وقت پر باتمام شرائط پڑھتا رہے تو قیامت کے دن وہ نماز اس کے لئے نور اور برہان اور سبب نجات ہو گی اور جو شخص نماز کی محافظت نہ کرے قیامت کو نہ اس کے لئے نور ہو گا نہ برھان نہ نجات اور یہ شخص قارون اور فرعون اور ہامان اور ابی ابن خلف کے ساتھ ہو گا یعنی دوزخ میں۔

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرَاَیْتُمْ لَوْ اَنَّ نَھْراً بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْساً ھَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ قَالُوْا لَا یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ قَالَ فَذٰلِکَ مَثَلُ صَلَوَاتِ الْخَمْسِ یَمْحُوْ اللّٰہُ بِھِنَّ الْخَطَایَا [متفق علیہ]

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے اصحاب سے فرمایا بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر چلتی ہو وہ اس میں ہر روز پانچ دفعہ نہایا کرے کیا اس شخص پر کچھ میل بھی رہ جائے گی صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضرت اُس پر تو کچھ میل نہیں رہے گی آپ ﷺ نے فرمایا پھر یہ پنجگانہ نماز کی مثال ہے اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے خطایا یعنی صغائر کو مٹاتا ہے۔ [یہ صحیحین کی حدیث ہے]

اے جان من! تو نے ان آیات و احادیث سے ضرور سمجھ لیا ہو گا کہ اتیان بالصلوۃ کی بڑی فضیلت ہے اور نجات کا ذریعہ ہے اور اس کے تارک کو سخت وعید اور بھاری عذاب ہیں اور اسلام کا یہی اول درجہ کا شعار ہے اور انسان کے حسن و قبح کا اسی پر مدار۔ مسلمان بے شک اس سے جان سکتا ہے کہ نماز ادا کرنے کی اس کو کتنی ضرورت ہے اور اس کے ترک کا کتنا ضرر۔ پھر نماز گزار ضرور خوش ہوتا ہے کہ میں فرقۂ باغیہ وفۂ طاغیہ تارک الصلوۃ سے نہیں ہوں پس اگر سچ مچ کا نماز گزار ہے تو موفقِ حقیقی کا شکر کرے اور بھی طلبِ کمال میں بہر حال سعی کیا کرے اور کسی موقف کو منتہائے مجاہدہ نہ سمجھے کہ جمالِ معانی کی حد نہیں جمیل جلیل الاقتدار محدود نہیں اور اگر حقیقتِ نماز سے بہرہ یاب نہیں ہے تو ابھی پہلا فرض ہی ادا نہیں کیا اس کا نام نمازی کہاں، عزمِ صلوۃ مصمم کرے باتمام شروط نماز کی نیت باندھے تو در ضد زمرۂ مصلّین ہو۔

اے میرے پیارے مصلّی! اب ذرا محک امتحان پر اپنی نماز کی تنقید کر

لے کہ تو خود نماز پڑھنے والوں میں سے ہے یا نہیں، تیری نماز قابل قبول ہے یا پھیر کر تیرے ہی منہ پر ماری جانے کے لائق ہے اور تو بسبب اس نماز کے بارگاہ عزوجلال میں بلایا جاتا ہے یا تجھے کہا جاتا ہے: صَلِّ اِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ، سو تیری نماز کی تنقید خدا اور خدا کے رسول ﷺ کے کلام سے ہوتی ہے تو اپنے دل کی آنکھوں سے پرکھ لے۔

اَلرَّکْعَۃُ الثَّانِیَۃُ فِیْ تَنْقِیْدِ الصَّلٰوۃِ الَّتِیْ صَلّٰھَا الْمُصَلِّیْ

خدائے تعالیٰ نے سورۃ نساء میں منافقین کی نماز کا ذکر فرمایا ہے:

وَ اِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ ☆ۖ لَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ سَبِیْلًا ۝ [النساء:۱۴۲]

یعنی منافق جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو کھڑے ہوتے ہیں گراں جانی سے تھکے ماندے یعنی سست ہوتے ہیں۔ نماز میں دل کا لگاؤ نہیں ہوتا وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں کہ ہم بھی مومن اور نمازی ہیں حالانکہ وہ دل سے خدا کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا بدن سے وہ کفر و ایمان میں متحیر و متردد ہیں نہ اُدھر کے ہیں نہ اِدھر کے، یعنی اگر مومن خالص ہوتے اور صدقِ دل سے دھیان لگا کر سطوتِ جلال وعزِّ جمال کے مقام میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تو صادق مومنوں کی طرح غفران الٰہی کا استحقاق پاتے اور اگر صرف کفر پر ہی رہتے اور اس کسل و ریاء تذبذب سے بھی نماز نہ پڑھتے تو قتل و اسر و نہیب غارتِ اسلام سے جانبر نہ ہوتے۔ سو اس قسم کے نمازیوں کو ان کے ظاہر حال نے قتل و غارت کئے جانے سے بچایا ورنہ حظوظِ اخروی سے ان کو کچھ نصیب نہیں، یہ لوگ نہ نماز میں ہیں، نہ اس کے ترک میں، تن نماز پڑھتا ہے دل کو کچھ خبر نہیں اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ

رہنے دے تو اس کے لئے ہر گز کوئی راہ نہ پاوے۔ اب مصلّی اپنی حالتِ نماز میں دھیان کرے کہ کسل وریاء و قلّتِ ذکر و تذبذب سے ہے یا بشعور وہمت و اشتیاقِ تمام و صدق و اخلاص و کمالِ تادب و کثرۃِ ذکر و اطمینان سے ہے، قلتِ ذکر عدمِ حضورِ قلب و قصورِ حفظ آداب ہے اور کثرتِ ذکر کمال و اتمام اس کا، پس اگر العیاذ باللہ بطرز اول ہے تو اس کی نماز منافقوں کی سی ہے اور منافقین بسبب ایسے ہی اعمالِ مستقبحہ کے سبب منافق کہلائے اور اگر بعض صفات میں اُن سے توافق ہے اور بعض میں تخالف تو بھی شعبہ شباہتِ نفاق سے متسم ہے، اس کے ازالہ کے درپے ہونا اس پر متحتمات سے ہے اور اگر بطریق ثانی ادائے صلوۃ پر موفق ہے تو بالتزام شکر واہب العطایا مشغول ہووے اور رفعِ نقائص کے لئے باستعانتِ الٰہی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ○ [الماعون:۴-۶]

وائے سخت عذاب ہے اُن نمازیوں کے لئے کہ وہ اپنی نماز سے بے خبر ہیں اور غافل ہیں دل کا دھیان لگا کر نہیں پڑھتے وہ تو لوگوں کو دکھاتے ہیں اُن میں اخلاص کہاں۔ اور فرمایا:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَ اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ○ [البقرۃ:۴۵]

یعنی خدا سے مدد مانگو، طاعتِ الٰہی پر صبر کرنے اور نماز پڑھنے سے اور نماز بے شک گراں و دشوار ہے مگر خاشعین پر گراں نہیں کہ وہ خود نماز سے رہ نہیں سکتے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی دہشت اور اس کے جلال کی ہیبت نے متواضع و عاجز کر دیا ہے اور ان کے نفوس بسبب تیقنِ وعدہ و وعید اطاعت کو مان کر اس پر مرتاض و عادت پذیر ہو گئے ہیں اور اس بار امانت کے ادا کرنے کو وہ خود غنیمت سمجھتے ہیں۔ نماز ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی طمانینت ہے اور مظلماتِ اندوہ کی مزیل اور مقصود روح اور حضورِ خاص کا مجریٰ اور مذاقِ محبت کی چاشنی اور انشراحِ صدر کا وسیلہ اور سرِّ خفی کا کشف اور انسانیت کی معراج ہے۔ پھر ان پر کاہے کو دشوار ہو گی۔ حقیقت میں مومن یہی ہیں اور ان اربابِ حقیقت کی نماز حقیقی نماز ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ ؕ

کہ نمازی کو نماز گندے کاموں اور زِشت باتوں سے اور منہیات سے روکتی ہے سو یہ اخبار ہے یعنی خدا تعالیٰ تاثیرِ صلوٰۃ سے خبر دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ایک نوجوان انصاری، حضرت کے پیچھے جماعت سے نماز پڑھا کرتا تھا ایک دفعہ لوگوں نے حضرت کے پاس اس کا حال عرض کیا کہ حضرت کوئی گناہ ایسا نہیں کہ یہ جوان اس کا مباشر نہ ہوا ہو اور نہ کرتا ہو حضرت نے سن کر فرمایا ”اِنَّ الصَّلٰوةَ سَتَنۡهٰى “یعنی قریب ہے کہ نماز اس کو گناہوں سے

روک دے گی، تھوڑی دیر تک توفیقِ ربانی سے اس نوجوان کو توبہ نصیب ہو گئی اور عابد زاہد بن گیا پھر کسی گناہ کی طرف دھیان نہ لگایا۔ اور حضرت انس بن مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو اس کی نماز فحشاء و منکر سے نہ روکے اس کو اس نماز سے کچھ حاصل نہیں مگر بُعد و دُوری یعنی قُربِ بساطِ عزت تو درکنار نہ پڑھنے کی حالت سے بڑھ کر دوری و مہجوری کے درد و رنج میں پڑا یہ اس لئے ہے کہ حقیقت میں اس نے دل لگا کر نماز ہی نہیں پڑھی اور اگر پڑھتا تو ضرور اس کا اثر ظہور پاتا۔ سو یہی بے رغبتی اور ناقدر دانی سے اس عالی رتبت عمل کی خوبی کو ضایع کرنا باعثِ دُوری و موجبِ مہجوری ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ [البینۃ:۵]

مطلب یہ کہ لوگوں کو فقط یہی امر کیا گیا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی بندگی کریں اخلاص سے باطلہ عقاید و وساوس سے رخ پھیرتے ہوئے اور اوقاتِ مختصہ پر بالتزامِ شرائطِ اخلاص نماز ادا کریں اور اپنے وقت پر زکوۃ دیویں سو یہی سچا اور مضبوط دین ہے اور فرمایا:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ

یعنی خبر دار رہو کہ اللہ کے لئے دین خالص ہے۔

جس میں کچھ رلاؤ ملاؤ نہ ہو از قسم ریا وغیرہ اور ظاہر باطن خلوص و کامل توجہ سے جھکے ہوں اور فروتنی و عجز و خوف سے صاحبِ عبادت متاثر ہو تو ثمرۂ تدیّن سے بہرہ ور ہووے چنانچہ قرآن میں ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ ... الخ" الاٰیۃ [المؤمنون: ۱ تا ۲]

بے شک رہائی پا گئے اور کامیاب ہوئے وہ مومن کہ وہ اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔

خشوع سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے جلال و کبریاء سے ڈرنا اور اپنے عجز و عدمِ استطاعتِ ادائے حقِ منعمِ حقیقی کے ملاحظہ سے شرم کرنا اور حُب و اخلاص و استرضاء مولیٰ میں اپنی ہستی کا خیال چھوڑ دینا اور جمیع ماسوی اللہ سے تعلق توڑ دینا اور باطن کے ہواجس و خواطر کا ہٹانا اور مشاہدۂ استغراقِ حضور میں اپنے آپ کو نہ پانا اور سب محامد و محاسن کا مرجع بارگاہِ عزوجلال کو جاننا اور کسی خوبی کے اتصاف سے اپنی ذات کو متصف نہ پہچاننا کما صرح به المحققون پس جس نے نماز میں نعمتِ خشوع کو پایا انسانیت کے محاسن کا جامع ہوا اور تاثیر صلوۃ سے اس کی روحانیت کا نور لامع ہوا۔ ذمائمِ اخلاقیہ سے پاک و صاف ہوا اور اس کا مکارمِ اخلاق سے اتصاف ہوا برقِ لامعۂ ہستی سوزِ تعشق نے اس کی خرمنِ انانیت کو جلایا اس نے وعدۂ فردا کو نقد الحال پایا پھر اس کا حال عبارات و اشارات کے اظہار سے بھی

گزرا اللھم ارزقناھا و لاخواننا دیکھو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی رستگاری کو بوجوہ خشوع فی الصلوۃ مقید فرمایا سو جن اربابِ اصول کے قاعدہ میں غیر مقید کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے جہاں ذکرِ صلوۃ جس سے استفادۂ فلاح منظور ہے غیر مقید پایا جاوے لابد محمول بمقید ہو گا اور ان کے غیر کے نزدیک بھی ضرورتِ التزام بہ تخشع فی الصلوۃ خود ناظر تقید مواضع غیر مقید ہے بالجملہ باتفاق نمازِ بے خشوع شایانِ حجت نہیں فضل و رحمتِ الٰہی مامن ہر ناشائستہ کار بے شک مصلی ساہی ولاہی کو اس کے اصل فایدہ سے بہرہ نہیں الا ماشاء اللہ و مطلوبنا عفوہ اللھم ارنا حقایق الاشیاء کما ھی صلوٰۃ اصل اصول عبادات ہے اور عبادت شامل ہے طاعت و دعاء و توحید و معرفت کو اور طاعت کو شمول ہے ظاہر و باطن سے پس اگر ظاہر مطابق بما فی الباطن ہے اور باطن مصدق و محققِ ظاہر تو طاعت ہے ورنہ تلمع اور تلمیع سے جیاد نقاد کو فریب دیا جانا ممکن نہیں دعاء اور توحید و معرفت معلوم ہے کہ فقط عمل بالجوارح نہیں مدارجِ عبادت و عبودیت و عبودۃ کے صلوۃ حاوی ہے جو کہ آیۃ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ [الذاریات:۵۶]

کے کلمۂ اخیر کی تفسیر بای لیعرفون کرتے ہیں تو مراد ہے کہ ان سب مراتب کا استیعاب ہو کیونکہ معرفت خود مستلزمِ اقسامِ عبادت ہے پس اصل عبادت عمل روح ہے جب تعبد میں یہی مفقود ہے تو یہ نمود بے بود ہے یعبدون کی

تفسیر یعرفون سے نکلا کہ عبادت اور معرفت حقیقت میں شے واحد ہے جو وہ معرفت نہ ہو گی تو عبادت بھی نہ ہو گی حدیث شریف میں وارد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ نِیَّاتِکُمْ

اللہ تعالیٰ فقط تمہاری صورتوں اور تمہارے عملوں کو نہیں دیکھتا و لیکن تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔

یعنی اگر اعمالِ صوری دل کے خلوصِ نیت سے ہیں تو مقبول ہیں ورنہ نہیں پس ظاہر عمل کا اعتبار نہ ہوا عملِ ظاہری جبھی قبول ہو گا کہ دل اور نیت بھی توافق رکھیں جب دل اِدھر اُدھر پھرتا ہے اور بدن سے نماز پڑھتا رہا تو بدلالت حدیث یہ نماز قابل قبول نہ ہو گی اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لَایَقْبَلُ اللّٰہُ صَلٰوۃَ اِمْرِیٍٔ لَّایَشْھَدُ فِیْہَا قَلْبُہ کَمَایَشْھَدُ بَدَنُہٗ

اللہ تعالی اس شخص کی نماز قبول نہیں کرتا کہ نماز میں اس کا دل حاضر نہ ہووے جیسا اس کا بدن حاضر ہے۔

وَ اَنَّ الرَّجُلَ عَلَی الصَّلٰوۃِ دَائِمٌ وَ لَا یُکْتَبُ لَہٗ عُشْرُھَا اِذَا کَانَ قَلْبُہٗ سَاھِیًا لَّاھِیاً

بے شک شخص ہمیشہ نماز پڑھتا ہے حال آنکہ اس کے لئے نامۂ اعمال میں

نماز کے دسویں حصے کا بھی ثواب نہیں لکھا جاتا جبکہ اس کا دل ساہی ولاہی ہے۔

اور فرمایا:

لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ

یعنی دل کے حضور بغیر نماز نہیں ہوتی۔

جو کہ اس کی تفسیر میں کہا جاتا ہے کہ یہاں اصل صلوۃ کی نفی نہیں بلکہ نفیِ کمال ہے قائل سے پوچھا جاتا ہے کہ کس درجہ کے کمال کی نفی کرتا ہے پس اگر کہے کہ مابہ الامر ادا ہوا فضیلت سے بے بہرہ رہا تو اسکا ثبوت بذمۂ قایل ہے صلوۃ سے مقصود ادائے مابہ الامر ہے سو اس کے عین پر نفی واقع ہوئی ہے نہ اس کی صفت اضافی پر۔

اور حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کئی لوگوں کو نماز سے رنج اور دکھ کے سوا کچھ بہرہ نہیں۔ پھر یہاں مابہ الامر ادا ہو گیا تو اس کا بہرہ رنج اور دکھ کیوں ہے پس اگر کہا جاوے کہ یہ منافقوں کے حق میں ہے تو اس تخصیص کا ثبوت بھی قائل پر ہے۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ بدون خشوع نماز بالکل جائز نہیں اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس نماز میں دل حاضر نہووے وہ عقوبت سے بہت نزدیک ہے جواز و عدم جواز تو درکنار بدلیل آنکہ ایک بندہ مالک کی خدمت میں مطلقاً حاضر ہی نہیں ہوا اور اپنے مقصر رہنے پر نادم ہے اور ایک بندہ حاضر تو ہوا مگر صدق و اعتقاد سے خدمت گزاری نہ کی اور تعمیلِ حکم پر دھیان

نہیں کیا اور اپنے مالک کی سیاست و سطوتِ جلال سے دبا نہیں اور اس کی عظمت و کبریاء پر نظر نہ کی اور اس کے ترحم و اکرام کی قدر دانی سے غافل رہا اور اصل خدمت و مقصود کار گزاری کی حقیقت کو نہ پایا پھر بدین ناشائستہ کاری اپنے آپ کو حق گزار تصور کیا شاید ایسے حاضر غافل پر غیر حاضر نادم کی نسبت تشدد زیادہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ" [طٰہٰ:۱۴] میری یاد کرنے کو نماز قایم کر سو نماز سے مقصود یاد کرد ایزدی ہے جب اسی سے رہ گیا تو پھر نماز کاہے کی۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نمازی کا التفات اتنا ہو کہ اپنے دائیں بائیں کے آدمی کو جانچے اور پہچانے تو اس کی نماز نہیں ہوتی سمجھنے والے کو تو ان آیات و احادیث و اقوال مشایخ سے ایک بھی کافی ہے اور جو شخص اطاعتِ نفس میں سرگرداں ہے وہ کبھی سمجھنے کا نہیں بلکہ الٹا تاویلاتِ رکیکہ سے ردو قدح کے درپے ہوگا اور کہے گا کہ ائمۂ دین کا فتویٰ ہے کہ جب شروع نماز میں بوقتِ نیت مصلی کا دل حاضر ہووے تو اس کی نماز درست ہے خواہ باقی نماز میں ہو نہو سو در صورتِ تسلیم معترض سوچے کہ احادیث سے نمازیوں کا حال مختلف وجوہ پر پایا جاتا ہے بعض کی نماز فقط بُعد و دوری کا موجب ہے جیسا پیچھے مذکور ہوا اور بعض کو فقط حرمان اور اس پر مشقتِ ادائے صلوۃ مستزاد اور بعض احادیث میں ہے کہ نمازی نماز کے چھٹے دسویں حصے وغیرہ کا ثواب پاتا ہے سو اس سے دلالۃً متبادر یہی ہے کہ اصل نماز میں بسببِ قصورِ حضور فساد لازم نہیں آتا جب نیت کے وقت

حضور دل ہو بلکہ جتنی نماز میں دل حاضر رہا اتنی ہوئی باقی نہیں۔ سو دیکھ تجھ کو ساری نماز پڑھنے کا امر کیا گیا ہے یا اس کے بعض حصہ کا۔ افسوس نماز کی بہشت کا دروازہ دیکھا اور بیچ میں داخل نہ ہوا پھر اپنا نام بہشتی رکھ لیا پھر یہ بھی ہے کہ جن کے دل نماز میں اِدھر اُدھر اُڑے پھرتے ہیں اُن کو بوقت نیت بھی حضور کامل کہاں نصیب ہوتا ہے امام حجۃ الاسلام فرماتے ہیں کہ جن کو نماز میں حضور حاصل نہیں ان کو اپنی نماز سے فقط یہ فائدہ ہوا کہ ان کی گردنیں تیغِ سیاستِ اسلام سے بچ گئیں اور اسر ونہیب وغارت سے ان کی جان ومال محفوظ رہے اور یہ نماز شایانِ زادِ عاقبت نہیں اور بموجب اخبار الٰہی جس کو نماز نے فحشاء و منکر سے روکا نہیں اور صدق و اخلاصِ دل سے اس کو حق کی طرف جھکایا نہیں اس نے حقیقت میں نماز پڑھی ہی نہیں۔

انتہا دیکھو مومن مصدق و منافق مکذب کی نماز کا ظاہر ایک سا ہے اور ازروئے نفاذِ احکامِ اسلام دار العمل میں دونوں برابر ہیں پس اکتفاء بصورۃ کب معتبر ہے جب ساہی کی نماز کے لئے ثمرہ ویل ہے تو اس میں خوبی کیا جب ہر نماز میں ایمان کے اقرار و تصدیق کی باربار تجدید ہوتی رہے گی تو بفضلِ الٰہی حسنِ انجام کی امید ہے خیال کرنا چاہئے ساری نماز سے فقط بوقتِ نیت حضورِ دل پر اکتفا کیا جاوے تو باقی اذکار و افعال کہاں گئے کیا ان اذکار و افعال میں کچھ ہے بھی کہ نہیں نفی ممکن نہیں اثبات کا قائل ہے تو کیا دل کا اثبات اس پر ضروری نہیں سمجھتا

خشوع و خضوع سے تو دو ہی رکعت کا دھیان لگا کر پڑھنا گناہوں کو مٹاتا ہے چنانچہ مشکوۃ شریف میں ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا: جو کوئی دو رکعتیں پڑھے اور ان میں غفلت نہ کرے تو خدائے تعالیٰ اس کے سب پچھلے گناہ بخش دے اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

مَنْ صَلّٰی سَجْدَتَیْنِ لَا یَسْھُوْ فِیْھِمَا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تفکر سے دو رکعت کا پڑھنا بہتر ہے ساری رات کے قیام سے کہ غفلت سے ہو شاید بعض مؤوّل کہے کہ

وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ [البقرۃ:۲۸۴]

کا نزول لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا [البقرۃ:۲۸۶] کے نزول سے نسخ ہو چکا ہے اور کسر حالتِ استغراق، محادثاتِ نفسی سے ہے اور محادثۂ نفسی کا سلسلہ علی الانقطاع رکتا نہیں سو ساری نماز میں حضورِ دل کا نگاہ رکھنا امکانِ بشریہ سے خارج ہے اور انسان اپنی طاقت تک مامور ہے پھر کیا نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیوے۔ سو اے معترض مؤوّل! اول تو نسخ اخبار میں کلام ہے اس پر اگر تو یہ کہے کہ سنن ترمذی میں ہے کہ ابو عیسی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ ابْنُ حُمَیْدِ نا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُوْسٰی عَنْ اِسْرَائِیْلَ عَنِ السُّدِّیِّ

قَالَ ثنی مَنْ سَمِعَ عَلِيًّا يَقُوْلُ: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ) الاية اَحْزَنَتْنَا قَالَ قُلْنَا يُحَدِّثُ اَحَدُنَا نَفْسَهٗ فَيُحَاسَبُ بِهٖ لَا يَدْرِىْ مَا يُغْفَرُ مِنْهُ وَ مَالَا يُغْفَرُ مِنْهُ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ بَعْدَهَا فَنَسَخَتْهَا (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ) [البقرة:۲۸۶]

اے ماول یہ وہ نسخ نہیں کہ تو مراد رکھتا ہے کما ستنبه عنقریب اس میں اور اس کے مابعد کی دونوں حدیث میں غور کر کہ ان کی عبارت یہی ہے:

حدثنا عبد بن حميد نا الحسن بن موسى و روح بن عُبادة عن حماد بن سلمة عن على بن زيد عن امية اَنَّهَا سَاَلَتْ عَايِشَةَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى (اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ) [البقرة:۲۸۴] وَ عَنْ قَوْلِهٖ (مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ) فَقَالَتْ: مَا سَاَلَنِىْ عَنْهَا اَحَدٌ مُنْذُ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهٖ مُعَاتَبَةُ اللّٰهِ(1)

---

(1)...معاتبة الله اي مواخذته بما اصابه من الذنب بما يصيبه في الدنيا من الحمّٰى وغيرها.۱۲

الْعَبْدَ بِمَا يُصِيْبُهٗ مِنَ الْحمی وَ النَّكبَةِ[1] حَتَی الْبِضَاعَةُ يَضَعُهَا فِیْ يَدِ قَمِيْصِهٖ[2] فَيَفْقِدُهَا[3] فَيَفْزَعُ لَهَا حَتّٰى اِنَّ الْعَبْدَ لَيَخْرُجُ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَمَا يَخْرُجُ التِّبْرُ[4] الْاَحْمَرُ مِنَ الْكِيْرِ۔

هذا حديث حسن غريب من حديث عايشة لا نعرفه الا من حديث حماد بن سلمة حدثنا محمود بن غيلان نا وكيع نا سفيان عن آدم بن سليمان عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال: لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ (اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ) دَخَلَ قُلُوْبَهُمْ مِنْهُ شَیْءٌ لَّمْ يَدْخُلْ مِنْ شَیْءٍ فَقَالُوْا لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ قُوْلُوْا: سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا فَاَلْقَى اللّٰهُ الْاِيْمَانَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ [البقرة:٢٨٥]) الى الاية: (لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

---

(1)...النكبة هی مايصيب الانسان من الحوادث۔

(2)...يد قميصه ای کم قميصه۔

(3)...گم کند۔

(4)...التبر هو الذهب و الفضة قبل ان يُّضرب بادراهم ودنانير فاذا ضربا كان عيناً۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَأْنَا) قال قد فعلت[1](رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا) قال قد فعلت[2](رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ [البقرة:۲۸۶]) الاية قال قد فعلت[3]هذا حديث حسن صحيح و قد روى هذا من غير هذا الوجه عن ابن عباس و فى الباب عن ابى هريرة و ادم بن سليمان يقال هو و الد يحيى بن ادم انتهى كلامه بلا نقص و زيادة و لو كان فيها ما لا مطلوب لهذا المقام لِاَنَّ تعلم ما المراد من نسخها و لم يسقط قطعة من العبارات لئلا تقول ان الناقل قد نقل البعض و ترك البعض

اس سے اگر تو نے تکلیف مالایطاق کا نسخ نکالا ہے تو وہ خود پہلے ہی سے مکلفین پر لازم نہیں تھی بے شک بندہ اپنی طاقت تک مامور ہے طاقت سے بڑھ کر کچھ نہیں کر سکتا اور جہاں تک کر سکتا ہے وہ اس کی وسع میں داخل ہے بات تو یہی ہے

---

(1)...ای لاؤاخذکم۔

(2)...ای لااحملکم۔

(3)...ای عفوت عنکم وغفرت لکم ورحمتکم ونصرتکم علی القوم الکافرین۔

کہ صحابۂ کرام کہ مغلوب مواردِ احکامِ وحی ہیں مغلوب الخوف ہونے کے سبب اپنی کل مخفیات پر پوچھے جانے اور معذب ہونے سے ڈر گئے ان کے اطمینان کو اگلی آیت میں پہلی آیت کے بعض امرِ مبہم کی تفسیر فرمائی گئی جس سے ان کے اندوہ کٹ گئے بحکم النظرۃ الاولی لک و الاخری علیک جان گئے کہ دل میں جب کوئی امرِ مخطور خطور کرے بندہ کو چاہئے کہ اس خیالِ باطل کو دور کرے ایسا نہ ہو کہ اس خیال کی دل میں تصویر باندھ کر اسی میں الجھا رہے اور اگر ایسا کرے گا تو بیشک مؤاخذہ کے قابل ہے خواہ غفورٌ رَّحیم اپنے فضل سے عفو فرماوے پس اس تفسیر سے ان کے دلوں کے اندوہ کا نسخ ہوا اور جو کہ حدیثِ عایشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میں جس کی امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تحسین کرتے ہیں اس پر معاتبۃ اللہ کا ذکر نسخ کا نصوص نسخ اخبار ماتقدم سے ان کا ابا کرتا ہے اور وہی معاتبۃ اللہ جزا ہے خواہ دنیا ہی میں حمیٰ و نکبت و فقدان بضاعت وغیرہ کے فزع کی کٹھالی میں کندن ہو نکلے اور مدلول و مفہومِ حدیث ابن عباس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر جب محاسبۂ خفایائے باطنیہ شاق گذرا تو نہایت اندوہ میں مضطرب ہو کر پیشگاہِ نبوت میں عرض کیا پھر جب بارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صدقِ قبولِ دل سے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہا پر ثبات کیا اور ازروئے عدالت خفایائے سرایر کے محاسبہ کو حق مانا تو باستحکامِ ایمان و متانتِ ایقان قابلِ رضوانِ رحمٰن ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ان کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اخبار منزل پر ایمان لانا بیان فرمایا گویا ان کی مدح کی اور

یہ تفسیر لَا یُکَلِّفُ اللہ سے بہ تفسیرِ تام ان کے اندوہ اضطراب کا ازالہ فرمایا اور مکتسبات کی جزاء سے دوہرا کر خبر دی اور طریقِ دعاءِ تلقین کیا اور اس دعاء کی تاثیر سے بزبانِ رسالت خبر دی کہ اے بندگانِ درگاہ جب تم نے صدقِ دل سے پکارا: رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ الایۃ تو میں نے ایسا ہی کیا اور تمہاری التجا کو مان لیا نسیان وخطاء پر درگزر کی چونکہ حاکم علی الاطلاق پر حکم نہیں اور اس کے احکام میں کسی کو تنازع و تمانع کا دخل نہیں جو چاہے حکم کرے خواہ وہ حکم نہایت شاق ہو جیسے بعض احکام پہلی امتوں پر تھے خواہ تکالیف مالا یطاق سے ہو لیکن میں نے تمہارے عجز پر رحم کیا اور امم ماضیہ کے برابر بھاری بوجھ اٹھانے کی تکلیف سے بچایا اور جس کے اٹھانے کی تم میں طاقت نہ ہو وہ بدرجۂ اولیٰ معاف ہے اب دیکھ اس سے کہاں نکلا ہے کہ مصلی بحالت صلوۃ ہوا جس نفسانی کے انہاک میں مزے لے لے کر محادثۂ نفس میں اشتغال رکھتا ہے پھر اس کو گرفت نہیں اور بے شبہ اس کی نماز قبول ہے البتہ قریب بانصاف تو یہ ہے کہ کہا جاوے کہ نماز میں جب کوئی خطرہ گزرے تو ہیبتِ جبار و رحمتِ غفار کے مقابلہ میں اس کو ناچیز کرے اور خلوصِ توجہ سے مستعین بحق ہو کر طے منزل مقصودہ میں ثابت قدم رہے واگر خواطر علی التواتر و التوالی غلبہ کرتے رہیں تو یہ بھی اس سے اعراض کرتا رہے اور احکم الحاکمین کے جلال و کبریاء سے ڈرتا رہے پس اگر ایمن ہو جاوے گا اور اپنے آپ کو اس میں معذورِ مطلق سمجھے گا اور کھلم کھلا تلاطم خطرات میں تیرتا رہے گا اور بقدرِ

وسع خیالاتِ غیر مقصودہ کو نہیں روکے گا تو بڑا گستاخ ہے کہ اس دربارِ اقدس میں ایسے غیر مودبانہ برتاؤ سے شرماتا نہیں بلکہ برعکس اس کے تسویلاتِ نفس سے باثباتِ تاویلات مغرور ہوتا ہے کیا انجان حاکم کی پیشگاہ میں کارگزاری کر رہا ہے کیا اس کا معبود علام الغیوب نہیں اس کے ضمائر و سرائر کو نہیں جانتا یا اس کے باطن کی نسبت ظاہر پر معبود کی توجہ زیادہ ہے کہ غالبا ظاہر کو سیدھا رکھتا ہے اور باطن کی کجروی کا مضائقہ نہیں رکھتا ماؤل کی راستبازی میں اس خیال باطل نے فتور ڈالا ہے کہ رفعِ خطرات کو محالات سے قرار دیتا ہے حال آنکہ یہ امر تکلیف مالا یطاق کی جنس سے نہیں کیونکہ بامدادِ الٰہی رفعِ خطرات کا ملکہ حاصل کر کے بتدریج محویتِ تامہ کے مرتبہ کو پہنچنا امکان رکھتا ہے البتہ یکبارگی یہ مرتبہ پانا نادر ہے بے شک ماؤل اپنے زعم سے ناقص ٹھکانے میں اڑا رہے گا ترقی کی امید مفقود ہے اور مستعد عالی ہمت روز بروز بہ تصفیۂ باطن و تزکیۂ نفس فائز بمقصود ہوگا انہیں والا ہمتوں سے بعض حضرات کا ذکر کہ بروزِ قتالِ اعداء موقع دیکھ کر نماز پڑھنے لگے تو عین محویت و استغراق خاصہ کی حالت میں ان کے ٹخنے پر ایک ایسا تیر کاری بیٹھا کہ ہڈی میں دھنس گیا پاس والوں نے بخوف آنکہ پیکان کا زہر افسادِ طبیعت میں اسرع التاثیر نہ ہو تیر کو ٹخنے سے بقوتِ شدید نکالا اور ان کو خبر نہ ہوئی بعد تحلیل و فراغِ صلوۃ باحساس الم ٹخنے کو دیکھا تو لہو چلتا دیکھ کر بولے کہ مجھے کیا ہوا پاس والوں نے عرض کیا کہ کیا حضرت آپ تیر کے لگنے اور نکالا جانے سے بے خبر ہیں فرمایا واللہ

مجھے کوئی خبر نہیں میں تو نماز میں تھا اور بعض حضرت مجی آگ میں جلتے حجرے سے دوڑتے ہوئے باہر نکلے تو لوگوں نے عرض کیا کہ کیا جناب آپ اب تک اندر ہی تھے حجرہ تو دیر سے جلتا ہے خدا کا شکر آپ جلنے سے بچے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھ کو اس آگ کی قبل از سلامِ نماز خبر ہی نہیں ہوئی البتہ بعد تحلیل سینک کی تیزی نہ سہار سکا اور بامدادِ الٰہی زندہ باہر نکلا ہوں دیکھو ابھی تک مأول اس سے بہت نیچے رتبہ کے استغراق کو محال یقین کرتا ہے اور مردانِ خدا عالی ہمت بتوفیقِ الٰہی بالتزامِ ادب و خشوع اس پایۂ بلند کو پہنچے ہیں اے طالبِ صدق و صفا و اے شائقِ اقتدائے مردانِ خدا تو دم بدم قدم بقدم تحصیلِ ملکۂ صفا میں سعی کئے جا اور حالتِ قبض و بسط میں بالتزامِ صبر و شکر طلبِ صادق سے ہاتھ مت ہٹا احیاناً تو رفعِ وساوس میں مجبور بھی پڑ جائے تو ارحم الراحمین کے عفو و کرم سے امیدِ واثق ہے کہ تجھے معذور کہا جاوے مگر تو مجاہدہ میں ڈھیلا مت ہو کہ موافق وعدۂ وَالَّذِيْنَ جٰهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا [العنکبوت:۶۹] تجھ کو بُلا لیں گے اور بارگاہِ بے نیازی سے تجھے قبولِ نیاز مندی کی بشارت دیں گے اور خالی ہاتھ نہ پھیریں گے۔

اے نفس کے دھوکے میں پڑے مغلوب الخطرات مصلی تیرا حفظِ ادب کا وضو ٹوٹا ہے اور تو بعزمِ تجدیدِ طہارت مستعد نہیں کہ تیری نماز کی بناء درست ہو اور حتماً تجھے نمازی کہا جاوے تو پھر اس نماز پر نازاں ہے تمثیلاً بیان کیا جاتا ہے کہ ایک اہلِ حاجت شاہنشاہِ عالیجاہ کی پیشگاہ میں مؤدب کھڑا اپنی حاجات عرض کر رہا ہو اور

شاہنشاہ بالتفاتِ کریمانہ اس کی معروضات پر دھیان لگا رہا ہو اس وقت اس بیچارے کو پیٹ کی ریح کا تقاضا لاحق ہووے تو پھر یہ سمٹتا اور دم چڑھاتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ تقاضا رک جاوے مگر بحالتِ مجبوری اس کی ریح کا خروج بآواز ہو گیا یہ اُس وقت عرقِ تشویر میں ڈوبا جاتا ہے اور شرم کے مارے چہرے کا رنگ فق ہو گیا اور خجلت کے دباؤ سے قریب ہے کہ زمین کا تختہ غرق ہو جائے تو یہ اس میں غرق ہو جائے حیا کے مارے آنکھ نہیں اٹھاتا مگر شاہنشاہ نے جانا کہ اس سے جو کچھ صادر ہوا یہ اُس میں معذور ہے اور پاسِ ادب سے نہیں گزرا اس کی رفعِ قلق کے لئے جتلایا جاتا ہے کہ اے مسکین تو اپنے امر میں معذور ہے اور تیرے حال پر درگزر ہے بے کھٹکا اپنا مدعا عرض کئے جا تیرے اس قصور کے سبب مراحمِ شاہانہ سے کچھ کم نہ ہو گا۔

خیر اس نے بہر تقدیر اپنا مقصود عرض کیا اور کامیاب ہوا پھر ایسا ہی ایک اور محتاج بناء بر عرضِ حاجات حاضری کے مقام میں کھڑا ہوا عین عرضِ مدعا میں اس سے بھی وہی کچھ صادر ہوا کہ پہلے شخص سے ہوا تھا مگر اس کو معلوم تھا کہ اس امر پر مجھ سے پہلے پر کوئی الزام وارد نہیں ہوا اس لئے یہ نہ شرمایا اور نہ اپنی اس خطا کو سوء ادب سمجھا اپنا مقصود عرض کئے گیا اور قصورِ مصدرہ کا مضایقہ نہ جانا شاہنشاہ نے بسبب وقار شاہانہ اس کی اس رذالت کو اس پر جتارا تو نہ مگر اس کو صلاحیتِ حضورِ بارگاہ سے بعید سمجھا تیسرا اور محتاج اپنی عرضِ حال کو کھڑا ہوا تو

اس کو بھی تقاضائے ریح محسوس ہوا پہلے دونوں ساتھیوں کا حال جانتا تھا عدم مؤاخذہ نے اس کو بقدرے گستاخ کر دیا کچھ تو اسے تقاضا کی بھی شدت نہ تھی باختیار روکتا تو روک سکتا تھا مگر کچھ پروانہ کی اور یہی باختیارِ خود گستاخانہ ریح کو بزور چھوڑ دیا اور پیچھے سے اپنی سفاہت کے سبب ہنس پڑا اس کا فعل نہایت ناگوار ہوا بے شک اس کو جلالِ شاہنشاہی کی سیاست سے کچلا جائے گا اور اس کے سوءِ ادب پر اس کو تعزیر لگے گی اور دربار سے نکلوایا جائے گا اور اس کی کارروائی پر التفات نہ فرمائی جائے گی سو اہل خطرات نمازیوں کے حالات کو اس پر قیاس کرو کہ ان میں سے کون قابلِ عفو ہے اور کون گستاخ ہے اور کس پر تعزیر واجب ہے پہلا جو شخص اپنی اصلاح کا ارادہ ہی نہیں رکھتا اور سمجھائے پر بمصداقیت یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا قبولِ ہدایت سے اعراض کر کے کہتا ہے کیا ہم نماز چھوڑ دیں اور بایں ہمہ بے سرو سامانی اپنی ظاہری کارگزاری سے حق پر منت رکھتا ہے تو اس کے عمل میں امید خیر کیا ہو گی استکبار طبعی دیکھو تو کسی کو اپنے سامنے ذرا بے ادب دیکھے تو پیٹ چاک کرنے کو تیار ہوتا ہے اور اپنے مالک کے سامنے خود بے ادبی سے پیش آتا ہے پھر اپنے پر تعزیر لگاتا نہیں اور ریاضت کے تازیانہ سے اپنے نفس بدلگام کو ادب نہیں کرتا کیسا انصاف سے گزرا ہوا ہے لیتا ہے تو زیادہ تولتا ہے، دیتا ہے تو کم دیتا ہے: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ [المطففین:۱] زبان سے ہی پڑھتا ہے گلے سے نیچے نہیں اترنے دیتا اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا بِفَضْلِكَ کسی کوتاہ اندیش کو جنابِ فاروقِ اکبر کا بحالت

صلوۃ نصبِ اعلامِ جنود اسلام تذبذب میں نہ ڈالے کہ وہ تشغلِ دل بِمَاسِوَی اللہ کی قسم سے نہیں بلکہ یہ کشفِ اتم کا نتیجہ ہے کہ عین استغراقِ شہودِ خاصہ میں ان کی قوائے مدبرہ کے سامنے بہ پیرایۂ صورۃ جلوہ گر کیا جاتا تھا جیسا جناب رسالت ﷺ کے پیش گاہِ مشاہدہ میں بحالتِ صلوۃ جنت کا نمودار ہونا اور خوشۂ انگور کا لٹکایا جانا اور اس کے پکڑنے کو دست مبارک کا پھیلانا پس معاذ اللہ اس میں کیا کہا جائے گا کہ حضرت ﷺ اس وقت مشغول بماسوی اللہ تھے نہیں بلکہ اُن کے حالاتِ عظیمہ اُن کے غیر کے ادراکِ مدرکات سے بہت اونچے ہیں اُن کے دلوں کو اشتغال بغیر اللہ کی نماز کے وقت فرصت کہاں پھر دیکھو یہ وہی فاروقِ اکبر ہیں جن پر بوقتِ خطبہ کہ مشابہ بصلوۃ ہے سیکڑوں کوس سے دامن کوہ میں ساریہ کا حال مکشوف ہوا تھا اور عین خطبہ میں مدینہ منورہ کی مسجد سے پکار کر نمازیوں کو بالتزامِ استظہارِ جبل متنبہ کیا اور مجاہدین نے ایسی مسافت بعیدہ سے ان کے پکارے کو سنا اور بہ تعمیلِ ارشاد انہزامِ معاندین سے نصرتمند ہوئے چنانچہ مشکوۃ شریف کے باب الکرامات میں بروایت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وارد ہے کہ

اِنَّ عُمَرَ بَعَثَ جَیْشاً وَ اَمَّرَ عَلَیْھِمْ رَجُلاً یُّدْعٰی سَارِیَۃَ فَبَیْنَمَا عُمَرُ یَخْطُبُ فَجَعَلَ یَصِیْحُ یَا سَارِیَ الْجَبَلَ فَقَدِمَ رَسُوْلٌ مِّنَ الْجَیْشِ فَقَالَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَقِیْنَا عَدُوَّنَا فَھَزَمُوْنَا فَاِذَا بِصَائِحٍ یَصِیْحُ یَا سَارِیَ الْجَبَلَ فَاَسْنَدْنَا ظُھُوْرَنَا اِلَی الْجَبَلِ فَھَزَمَھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی

کیا کوئی ناتمام اس کو تشغل بالغیر سمجھے گا اگر یہ حضورِ خاصہ کے خلاف نہیں تو وہ بھی نہیں پس اے سعادت کیش اپنی پست ہمتی کو چھوڑ اور بقدرِ طاقت سعی کرتا رہ یونہی روز کی ریاضت اور عادت پذیر ہونے سے تو اُنسِ حق کا مانوس ہو جائے گا اور جلوۂ رحمت تیری کارسازی کرے گا ہوتے ہوتے تجھے سچ مچ کی نماز سے بہرہ ور کریں گے والعیاذ باللہ اور اگر نہ کریں تو مجبوری ہے اپنا تو دریغ نہ رہے کہ نہ کیا۔ اور اگر تو بدون صرفِ ہمت پہلے ہی سے ڈھیلا اور درماندہ ہو بیٹھے اور اپنے دل کی بیماری کا مداوا نہ کرے اور سمجھے دیکھا جائے گا جو ہو سو ہو یہ تیری نامردی اور ضعف کا نشان ہے تجھے کئی دن سخت بخار ہو جائے اور حرارت سے تیرا کلیجا تپنے لگے اور تیرے پاس کچھ دام بھی ہوں اور تجھے اپنے مرض کی تشخیص بھی ہو گئی ہو اور دوا سازی کا بھی وقت ہو تو اے بزدل امید نہیں کہ تو اس وقت اپنا علاج نہ کرے حال آنکہ اس میں اغلب ہے کہ یہ شربت رفعِ بخار میں اتنی تاثیر نہ رکھے جس درجہ تک معالجۂ روحانی کو دل کی توجہ کفایت کرتی ہے۔ اس سے یہ نکلا کہ نقد الحال کا دکھ سکھ تیرے حال پر ایسا موثر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم کے وعدہ و وعید تجھ میں اتنا اثر نہیں کرتے اب اپنے ایمان کا پاؤں جانچ۔ ہلتا ہے کہ مستحکم ہے۔ بعض لوگوں کو یہ بھی روگ ہے کہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں آیت یا حدیث تو منافقین یا مشرکین کے حق میں ہے اس سے ہم مصدقین کو الزام کیسا اس کا جواب ہے کہ یہ آیات و احادیث اُن اشقیاء کی شان میں ہیں جن

کے اعمال و افعال اسی لائق تھے اور اگر تیرے اعمال بھی ایسے ہی ہیں تو خود سمجھ لے کس کی شان میں ہیں یوں تو تم سارے ہی کلام اللہ کے اوامر و نواہی کو اُسی وقت طبقۃ الناس پر الٹا دو گے اور خود فارغ ہو بیٹھو گے اے ہوائے نفسانی کے پیرو آنکھیں کھول اور ہوشیار ہو جا اور تاویلوں کی آڑ میں غیر مقید نہ ہو اور اپنی تقید اور پابندی کو دیکھ اور مہلت کو جانچ اور اپنا حساب کر اور اپنے علم پر غرہ مت ہو تیرے پاس بحر علم سے قطرہ بھی نہیں اور جو قدرے ہے تو اس سے اپنی نجات کی راہ تلاش کر اور مت سمجھ کہ نرا علم بلا عمل تجھے کسی ٹھکانے پر پہنچائے گا بلکہ علم بے عمل تیری تعذیب کے لئے حجت ہے۔

کما قال النبی ﷺ: اَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً یَّوۡمَ الۡقِیمَۃِ عَالِمٌ لَّمۡ یَنۡتَفِعۡ بِعِلۡمِہٖ

جس صاحب علم نے اپنے علم سے خود انتفاع نہیں کیا قیامت کو اُسے سب سے زیادہ سخت عذاب ہو گا۔ اے جانِ من! تو جب درستیٔ نماز میں اپنے آپ کو مصروف رکھے گا اور تیری سعی ٹھکانے لگے گی تو تُو سب خوبیوں سے مالا مال ہو جائے گا مکارمِ اخلاق کا کوئی شعبہ تجھ سے باہر نہ رہے گا اور تیرے ذمائم کا پورا استفراغ ہو جاوے گا اور تیرا ایمان رنگِ تلون سے چھوٹ کر تمکن کی یک رنگی میں اثبات پائے گا اور تیرا نفس امارگی کو چھوڑ کر بر تبۂ اطمینان مشرّف ہو گا بعونِ اللہ تعالیٰ و بفضلہ اس میں اصل تو دوامِ حضور ہے و بوقت عبادت علی الاختصاص کہ

حضرت ﷺ نے اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَان کے جواب میں فرمایا:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ تَعَالٰی کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ

تو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرے گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے کیونکہ جب بندہ اپنے مالک کی خدمت میں اپنے مالک کو دیکھتا ہو گا ادھر ادھر التفات کرنے کا نہیں اُس کے جلال سے بے شک ڈرتا رہے گا پھر اگر تو اُس کو دیکھتا نہیں ہے تو وہ تو تجھے دیکھتا ہے ظاہر کو بھی باطن کو بھی پہلی وجہ کو محققین نے مشاہدہ سے تعبیر کیا ہے اور دوسری کو مراقبہ سے اور مشاہدہ میں مراقبہ خود داخل ہے اپنے دل کا جہان ٹھکانا ہے عمل میں لاوے یہ حکم سب عبادات میں ہے اور نماز کہ افضل الاعمال و اکمل العبادات ہے اس نگہداشت سے رہ گئی تو منصف خود جانتے ہیں کہ کس رتبہ کے ہوئی بے شک نماز کا پڑھنا آسان نہیں اور اس کو چھوڑ کر بھی ٹھکانا نہیں سو ضرور ہوا کہ نماز بہر حال پڑھی جاوے اور صحت سے پڑھی جاوے پس جب تک بندہ اس کی ادائی کے ڈھنگ کو دل کی تہہ میں نہ بیٹھاوے اور سرسری طور پر غفلت سے جیسے ہوئی ویسے ہی کافی سمجھے نمازی نہ ہو گا ہم اللہ سے اس امرِ اہم کے پورا ہونے کی توفیق مانگتے ہیں اور اُسی کی اعانت پر بھروسا ہے۔ واللہ الموفق وھو المستعان۔

اَلْمَقْعَدَۃُالْاُوْلٰی فِی تَحْقِیْقِ الْمُوْجِبَاتِ لِتَصْحِیْحِ الصَّلٰوۃِ

انسان نماز جب پڑھ سکتا ہے کہ پہلے تصحیحِ عقیدہ بطور اہلِ سنت و جماعت بخوبی کر چکا ہو پس اگر اعتقاد میں ابھی کچھ کدورت باقی ہے تو ہرگز تصحیحِ صلوۃ پر مستطیع نہ ہو گا۔ پھر بعطیۂ الٰہی بعطایائے چند ممتاز فرمایا گیا ہو اول یہ کہ اس کے خطرات رک جائیں اور غیر مقصودہ خیالات کے ارتفاع پر اسے قادر کیا گیا ہو اور نماز میں جو خطرات خطور کرتے ہیں وہ اپنے درجاتِ افساد کے اعتبار سے تین قسم کے ہوتے ہیں ایک یہ کہ انسان غیر کے سامنے انکا اظہار کرنے کو موجبِ ننگ سمجھے جیسے منکرات و نواہی کے خیالات سو ان میں الجھنا ترک المحبوب لاجل المغضوب کے قبیل سے ہے دوسری قسم وہ کہ نمازی کو انکا اظہار اپنی بلاہت و سفاہت کا نشان معلوم ہو اور بحالتِ غیر نماز اس کو مباح سمجھے جیسے امورِ مباحہ لایعنی و ترددات دنیوی کے خیالات اور ان میں پھنسنا ترک المعلوم لاجل الموہوم کی جنس سے ہے تیسری قسم وہ کہ ان کا اظہار اس کو بسبب اختیار ترک الموجود لاجل المفقود ملزم ٹھہراوے اور وہ خیالات خارج نماز میں مورثِ ثواب ہوں جیسا بحالت سجدہ تفہیمِ سہامِ ورثہ میں شاغل ہونا پس نماز میں ان تینوں قسم کے خطرات

کا ارتفاع اور حقایقِ مستحضرہ سے استمتاع اور انانیت موہومہ کا استرجاع مقصودِ کلی ہے اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر بتقدمِ ادمانِ حضور اور ادمانِ حضور میسر نہیں آتا مگر بتاثرِ تاثیرِ موثراتِ صفاتِ حقانیہ اور بتاثیرِ موثرات متاثر نہیں ہو سکتا مگر باستبصارِ صدورِ افعال از مبدئ حقیقی فعال یہ سلسلہ اگرچہ بحکم اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى اپنے ٹھکانے پر منتہی ہوتا ہے اور مشیّتِ ربانی و توفیقِ حقانی پر منحصر ہے لیکن بنابر تفہیم فرضِ وقت یہی بس ہے کہ کہا جاوے کہ بندے کو اپنے استکمال پر ساعی ہونا ضروریات سے ہے اور ادائے صلوۃِ مفروضہ کا موجب ہے برعکس اس کی ترجیحِ جبر یا قدر افراط اور تفریط اور ضلالت ہے اور انحصارِ خیر بالوسط ہے باوجود ایمان بالقدر اختیار پر بھی گرویدہ ہونا متحتم سو ملاکِ امر انسان کے لئے استکمال ہے بلا اختصاصِ وقتِ دخول فی الصلوۃ ورنہ نمازِ مامور بہا سے عہدہ بر ہونا متعذر ہے موجبِ صحتِ اداء صلوۃ اور یہ ہے کہ نمازی کے ذہن میں متحقق ہو چکا ہو کہ جس واحد لاشریک کی تعظیم کو سرگرم ہوا ہے اُس کی عظمت کیسی ہے اور یہ جانے کہ میرا کیا پایہ ہے اور مجھے اس ذی الملک والملکوت سے کیا نسبت ہے اور اُس کی تعظیم مجھ پر واجب ہونے کے کیا دلائل ہیں اور مجھے اُس کی کتنی احتیاج ہے اور اسے میری پروا ہے یا نہیں اور میں اُس کی تعظیم نہ کروں تو اُس کا کچھ بگڑتا ہے یا میرا اور یہ معلوم کرنا کہ نماز کس رتبہ کا تقرب اور فضیلت ہے اور اس کا لزوم کس درجہ کا ہے اور اس کو بندے اور خدا کے درمیان کیا لگاؤ ہے اور اس کے اداء کرنے میں

کہاں تک کامیابی ہے اور اس میں فضل کیا ہے جس لئے اس کو افضل الاعمال واکمل العبادات مانا گیا اور اس کا ترک کس ٹھکانے کا حرمان ہے اور یہ سمجھنا کہ جس لطیفۂ جامعہ کے ذریعہ سے نماز کا لزوم اور دساتیر ادا اور اس کے ثمرات کا پتہ لگا وہ کس رتبۂ اختصاص کا لطیفہ ہے اور اس کی برکات کا پھیلاؤ کیسے شکریہ کا موجب ہے اور اُس لطیفۂ جامعہ کو نماز سے کیا لگاؤ ہے اور اس کی اختصاص بنماز کس رتبۂ اعلیٰ کا نتیجہ ہے۔ سو جب تک یہ اتنی باتیں دل کے نصب العین نہ ہوں بے شک نمازی کی غفلت نہ ہٹے گی اور خشوع میسر نہ ہو گا اور نماز اس پر ثقیلہ و کبیرہ ہو گی سو اس سعادۃِ ادراک سے اگر تجھے نقد الحال نہیں ہے تو باستمدادِ روشنئ صدورِ مکمّلین اس گوہرِ گراں بہا کی اپنے باطن کے ظلماتِ جہلستان سے تلاش کر کہ اسی ظلمات میں چشمۂ حیاتِ ابدی ہے پھر جب تجھ پر یہ اندھیرا اجالا ہو گیا اور تو عین الحیوان حقیقۃ سے سیر اب ہوا تو پھر مرگِ مجازی تیرے حال کی خوبی کو سر مو نہ گھٹاوے گی بلکہ آمیزشِ اکدار سے صفا کر دے گی۔

واگر تجھے ابھی ایسے مردوں کا پانا متعسر ہو تو سلف صالحین وعلمائے ربانیین کی تصانیف کا مطالعہ لازمِ حال سمجھ لے اور ان کی دعوت کو مان اور ان کے اشارہ پر چل اور تفکر و تذکر کو ہاتھ سے مت دے اور اپنے دل کو اس پر عادی کر اور آنکھ کان اور دل کو نادیدنی و ناشنیدنی و نا اندیشیدنی سے بچا اور صدقِ طلب و مشقتِ سعی سے مت گھبرا اور وقت کو غنیمت سمجھ اور اجل کو حاضر جان اور طولِ امل کو اکھاڑ

اور امید رکھ کہ جب تجھے اُدھر جھکایا ہے تو ضایع نہ چھوڑیں گے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَایُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۙ [التوبہ:۱۲۰]

وَاِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ۙ [اعراف:۵۶]

جب تیرا میلان حق کی طرف ہے تو جان لے کہ اُدھر سے پہلی نظر رحمت ہوئی ہے تو تجھے شرفِ توجہ ٔحضور کا تاج پہنایا گیا کیونکہ تقدیم بارگاہ غناء سے ہے یُحِبُّھُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ واگر اُدھر سے اعراض ہوتا تو تو اس طرف سے کوسوں بھاگتا کہ تیری مشیت مشیت حق کا مظہر ہے۔

وَ مَا تَشَآءُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ [التکویر:۲۹]

تو حکم کے اشارہ پر چل رہا ہے جب تجھے یہ اعزاز حاصل ہے تو اتنے پر ہی بقدر طاقت شکر کر اور ترقی کی امید رکھ اور مستدعیِ کمال رہ اور شکر سے کبھی غافل نہ ہو اور کہتا رہ۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ ہَدٰىنَا لِھٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهۡتَدِیَ لَوۡلَاۤ اَنۡ ہَدٰىنَا اللّٰہُ ۚ [اعراف:۴۳]

اور اطاعتِ شریعت کو مقصودِ کلی سمجھ اس مقام میں بضمنِ رکعتِ ثالثہ مسودۂ رسالہ ہذا میں سلسلۂ استبصار و تحصیلِ موجباتِ ادائے صلوۃ سے بقدرِ ضرور مذکور ہوا تھا اب بعد تسویدِ رسالہ بالتمام مناسب معلوم ہوا کہ رکعتِ ثالثہ کے بیان کا رسالہ بنام ''اِیۡقَاظُ الرُّقُوۡد'' نامزد کر کے نرالا لکھا جاوے تو مناسب تر ہو اور

وظیفۂ اختصار کے خلاف عمل میں نہ آوے اور اصل رسالہ "مَآرِبُ الْخَاشِعِیْن" اپنے تبادر میں مستقل رہے کہ ہر موجز مایہ کے لئے سریع الفہم معلوم ہو اور رسالۂ ایقاظ الرقود بسبب جامعیتِ دقایقِ حقایق اپنی اصالت پر جلوہ گر ہو باآنکہ مارب الخاشعین کے دیکھنے والا جب تک ایقاظ الرقود کو بتمام وکمال نہ دیکھے گویا ایک اقل حصہ پر قانع ہوا ہو اور مسودہ کے بیانِ رکعتِ رابعہ کو رکعتین پر منقسم کیا۔

اَلرَّکۡعَۃُ الثَّالِثَۃُ فِیۡ اِہۡتِمَامِ الصَّلٰوۃِ وَحِفۡظِ اُصُوۡلِہَا بِاَدَاءِ الشُّرُوۡطِ قَبۡلَ دُخُوۡلِہَا

اے عزیز! جب نماز کا وقت ہونے لگا تجھے تکاسل و تغافل و تساہل کا چھوڑ دینا لازم پڑا ایسا نہ ہو کہ وقت ہاتھ سے جاتا رہے اور بوقتِ مطالبۂ امانت ہاتھ پر ہاتھ ملنا پڑے اور پھر گزرا وقت ہاتھ نہ آئے گا۔ حدیث عَجِّلُوۡا بِالصَّلٰوۃِ قَبۡلَ الۡفَوۡتِ وَ عَجِّلُوۡا بِالتَّوۡبَۃِ قَبۡلَ الۡمَوۡتِ کے استحضار سے بے بہرہ نہ رہے اچھے وقت میں نماز کو قائم کرے نماز میں داخل ہونے سے پہلے مہماتِ ضروریہ سے فراغ حاصل کرے تاکہ بحالتِ نماز اس کو کسی طرف کا خلجان نہ رہے بول براز وغیرہ ضروریات سے فارغ ہولے کوئی ضروری کام کرنا ہے تو کرلے بھوک پیاس وغیرہ احتیاج ہے اور مفطر ہے تو کھاپی لے اور دل کسی مہم میں مشتغل ہے تو بشرطِ امکانِ فراغ اس کو پورا کرلے ورنہ دل سے وعدہ کرے کہ میرے سر پر امرِ اہم کا بوجھ پڑا ہے اس سے بریّت حاصل کرلوں تو مہمِ موجودہ کی تدبیر پر اشتغال کیا جاوے گا بالفعل مجھے معاف رکھا جاوے اور اگر بسبب اشتغالِ نفس دل اس مصلحت کو نہ مانے تو اپنے مالک سے استعانت کرے اور نفسِ شریر کو جھڑکے اور تعوذ کرے اور اپنے عجز و احتیاج پر اور جلال جبروتِ ربانی پر غور کرے اور اپنی مہم کی ناپائداری اور خفت کو نماز کی بقائے تاثیر وگراں قدری کے مقابل میں وزن کرے

اور سچ مچ کی نماز پڑھنے والوں کے حالات کو یاد کرے کہ انہوں نے نماز کو کیسا جانا ہے اور کیونکر پڑھا ہے اور بوقتِ ادا ان کا کیا حال پایا گیا ہے اور امحائے نفسانیت میں اس وقت ان کے صدقِ معاملت کا کیا پایہ ہے اور دنیا و مافیہا کو نماز کے مقابلہ میں کس رتبہ پر رکھا ہے علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کے عاداتِ کریمہ سے نقل کیا گیا ہے کہ بتاثیر ہیبتِ معبود بوقتِ نماز آپ کا رنگ ایسا متغیر ہو گیا ہوتا تھا کہ پہچانے نہیں جاتے تھے کیونکہ آپ کی اصلی رنگت آب و تاب میں عقیقِ یمانی کو مات کئے جاتی تھی اور نماز کے وقت یہ حال تھا کہ گویا زعفران میں رنگے ہیں۔ سبب پوچھا گیا تو لرزتے ہوئے فرمایا کہ کیا جانتے نہیں ہو کہ کس کے حضور میں یہ حال ہوتا ہے اور کہاں کھڑا ہوا ہوتا ہوں اور کس امید و بیم کے تصادم میں یہ شکستگی رنگِ رُو ظہور میں آتی ہے ایسا ہی ان کے پوتے حضرت زین العابدین کا حال مروی ہے کہ وضوء کرتے وقت ان کا رنگ خوف کے مارے نہایت زرد ہو جاتا ہر روز کے دیکھنے والوں نے پوچھا کہ وضوء کے وقت آپ کا یہ حال کیوں ہوتا ہے فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے کس کے سامنے کھڑے ہونے کا وقت آیا اور کس معراج کی چڑھائی ہے حضرت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک دفعہ اپنے کھجوروں کے باغ میں نماز پڑھتے تھے باغ کے درختوں کی گنجان ٹہنیوں کے جھرمٹ میں ایک چڑی اڑتی اور نکلنے کو راہ نہ پاتی تھی بحالتِ نماز ان کا دھیان ادھر ہو گیا اور دل کے اس تشغل میں تعدادِ رکعات بھول گئے اپنے نفس کی خامکاری پر روئے اور اس

قصور کے کفارہ میں وہ سارا باغ صدقہ کر دیا۔

کسی نے حاتم اصَم سے ان کی نماز کا حال پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ میں جب نماز کو مستعد ہوتا ہوں تو خوب احتیاط سے برعایتِ تمام آداب تر بتر وضو کرتا ہوں اور نماز گاہ میں آکر اپنے اعضاء برقرار کرنے کو بیٹھ لیتا ہوں پھر نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اللہ اکبر وہ کس جلال کا وقت ہے اور استقبال کے وقت قبلہ کو اپنے دونوں ابرو کے بیچ میں رکھتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ پل صراط پر کھڑا ہوں اور اس پر میرے دونوں پاؤں ہیں گویا دل کا پاؤں پھسلا تو کٹ کر گر گیا اور جنت کو عن الیمین اور نار کو عن الشمال تصور کرتا ہوں اور عزرائیل کو اپنے پیچھے کھڑا پاتا ہوں کہ میری جان نکالنے کو حاضر ہیں اور اسی نماز کو صلوۃ الوداع خیال کرتا ہوں اور نماز کے درمیان خوف ورجاء کی لہروں میں تیرتا ہوں ڈوبتا ہوں اور اخلاص کو کسی دم میں نہیں بھولتا ہوں یونہی انجام پر پہنچتا ہوں تو ڈر کے مارے کانپتا ہوں اور روتا ہوں کہ قبول ہوئی یا نہیں اور عجز کا ہاتھ پھیلاتا ہوں یا ارحم الراحمین تیرے عاجز بندہ سے یہی ہو آتا ہے تو ہی توفیق دے تو سچ مچ کی نماز نصیب ہو بالجملہ مقربانِ بارگاہِ عزت ایسی ہی نماز پڑھتے ہیں جہاں تک ان سے توافق اعمال ہوگا اتنا ہی ایصال بقربِ قبول متحقق ہوگا ان حضرات کو بھی پہلے ہی دن یہ پایہ میسر نہیں ہوا بتدریج اس موہبتِ عظمٰی کو پہنچے ہیں سو ایسی نماز بندہ جب پڑھے گا کہ اس کے دل پر خدا کی محبت وہیبت غالب ہو رہی ہو اور مطالبِ دنیوی کی آگ بجھ چکی ہو اور

اس نے جان لیا ہو کہ تعلقاتِ دنیوی سے اس کے لئے بقدرِ کفایت امور کا تردد کرنا چاہئے سو بھی اپنی اوقات مخصوصہ پر باقی اوقات یادِ ایزدی میں صرف ہونے لازم ہیں اور دنیا کے دھندے صرف وصولِ مقصودِ عبادتِ خالصہ کے وسائل ہیں اور جو کام وسیلۂ عبادت نہیں اور جس میں رضائے مولائے کریم مطلوب نہیں وہ لغو ہے یا نقصان کسی کو دوست جانے تو اس کے لئے، کسی چیز کو مبغوض سمجھے تو اس کے لئے، دیوے تو اس کے لئے، امتناع لاوے تو اس کے لئے، جو ایسا نہ ہو تو فقط نماز کے وقت حضورِ تام میسر نہ ہو گا جو کہ باوقات دیگر دل میں میل آگیا ہے فقط بوقت نماز تھوڑی سی دیر میں دھویا جانے کا نہیں ہاں جب دل لذۃِ نماز سے چاشنی گیر ہو گا تو اقل وقت ہو گا کہ یہ نماز میں نہ ہو اُس وقت حضورِ جنابِ قدس کے پیرائیہ سے پیراستہ ہو گا اس وقت کے پہلے اس کا ظاہر بھی اکثر اپنے عمل میں نقص سے خالی نہیں ہو گا۔

چنانچہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بحالت نماز اپنی داڑھی میں ہاتھ پھیرتے دیکھا تو فرمایا کہ اس شخص کا دل خشوع کرتا تو بیشک اس کا بدن بھی خاشع ہوتا پس جس کا دل ہی خشوع کی نعمتِ عظمیٰ سے بے بہرہ ہے اس کے اعمالِ جوارح کا کیا اعتبار۔ اے مصلی! اہتمام نماز کے لئے جو چیز پہلے تیری تیقیظ کو قرار پائی ہے وہ اذان ہے کہ موذن بآوازِ بلند تجھے متنبہ کرتا ہے اور اللہ کا ذکر یاد دلاتا ہے کہ تو اپنی اصلاح اور فلاح پر مستعد ہو جائے سو جس وقت تیرے

کان میں کبریائے ایزدی کا پکارا پہنچے تو چاہئے کہ قیامت کے دن کا وقت ظہور جلال کبریائے الٰہی تیری یاد میں گزرے بلکہ چشمِ دل کے سامنے مشاہدۂ حشرِ اجساد بلا ریب جلوہ گر ہو اور سمجھے کہ یہ منادیِ ندائے قیامت سے مشابہ ہے ایک دن ہم نے اسی طرح سجدہ کو پکارے جانا ہے پس اگر دل کی رغبت اور اشتیاق تمام سے اس منادی کی ندا کو تو نے قبول کیا اور بصدقِ دل تصدیقِ کامل سے تو اس کی اجابت میں مشغول ہوا تو فردا بھی امید ہے کہ اُس وقت کے پکارا جانے پر تجھے بشارۃ و بشاشت ہو گی۔ العیاذ باللہ اگر ضیق صدر محسوس ہوا ہے تو فردائے قیامت کو بھی یہی امید رکھ اذان کی اجابتِ الفاظ و تیقنِ معانی واجب ہے تہِ دل سے اس کی تصدیق بڑا فرض ہے کیونکہ اس میں بتجدیدِ تصدیق و اقرار ایمان کا تکرار مطلوب ہے اور بعد اجابت تعمیل میں بھی تاخیر کا جواز نہ سمجھے سلف کا یہ حال تھا کہ اگر تپے ہوئے لوہے پر مارنے کو لوہار نے اپنا ہتھوڑا اوپر کو اٹھایا اور بانگ سنائی دی تو یونہی ہاتھ کو مع ہتھوڑا ہوا میں رہنے دیا اور اجابتِ اذان میں مشغول ہوا جھٹ پٹ حاضر جماعت ہو گیا اور تپے لوہے کو اہرن پر ہی چھوڑ آیا اور ایسا ہی اگر موچی نے جوتا سیتے وقت درفش کو دھسایا اور اذان کا پکارا کان میں آیا درفش کو نکالا نہیں وہیں کا وہیں چھوڑ دیا اور اجابت کو قائم ہو گیا اور بلا تاخیر مسجد کو چل دیا اوزاروں کو سنبھالا نہیں۔

پھر نماز کے لئے طہارت شرط ہے طہارت کے درجات ہیں اضافی اشیاء

سے لے کر اس کے عین تک طہارت ضرور ہے اشیائے بیرونی سے نمازی کے قدم گاہ اور سجدہ گاہ کی طہارت فرض ہے اور جن کپڑوں کو پہن کر نماز پڑھتا ہے اور سارے بدن کی پاکی نجاستِ حقیقی اور حکمی سے شرط ہے اور نجاست کے بھی مدارج ہیں بعض کی نسبت بعض خفیفہ ہیں اور بعض غلیظہ اور اغلظ الانجاس باطن کی پلیدی ہے اور نقاوت و نظافتِ ظاہری اس اصل کا لباس ہے کہ نفیس چیز کو ستھرے برتن میں رکھا جانا لائق ہے پھر اس پر پاکیزہ پردہ دے کر مقامِ طاہر میں دھرا جاتا ہے جس نے اپنے ظاہر کو پاک کیا اور باطن کو ناپاک رہنے دیا ایسا ہے کہ نجاست کو پاک برتن میں رکھ کر پاک کپڑے میں لپیٹ کر پاک جگہ پر دھر دیا۔

طہارتِ نفس اگرچہ بلا تخصیصِ وقتِ نماز ہر حال میں ضروری ہے مگر بحالتِ نماز شرطِ مؤکد تر ہے جیسا ظاہر کو انجاس و ادناسِ ظاہری سے پاک و صاف کیا ویسا ہی اپنے نفس کو ذمایمِ اخلاقیہ کی نجاست سے پاک کرنا شرطِ وصولِ مدّعا ہے اور اصل مقصود نماز سے ہے بھی یہی طہارتِ ظاہری آب طہور و تیَمُّم سے حاصل ہوتی ہے اور نفس کی طہارت آبِ دیدۂ ندامت کیش کی نہرِ جاریہ اور تیمم شروطِ توبۂ نصوح سے تاثرِ ہیئتِ سلطانِ جبروت کے وضوء پر ظاہر کا وضوء نور علی نور ہے غیر طاہر باطن کی نماز نظافتِ ظاہر کے اتمامِ شرائط سے غیر طاہر مقام میں موثر نہ پڑے گی اور مفید مطلب نہ ہوگی پس اگر عین حالتِ نماز میں فحشاء و منکرات کے خیالات میں دل گھومتا پھرا باہر کی پاکی کیا کرے گی مقامِ مقصود تو نجس پڑا ہے نماز کو جس

چیز کی صفائی کا تعہد ہے نسبت بحالاتِ دیگر جب دل میں اسی کے انبار جمع ہو جاویں تو یہی نتیجہ نکلے گا کہ یہ نماز ہی نہیں۔ اگر ہوتی تو اس کے برعکس ظہور میں آتا پس ازالۂ نجاستِ حقیقی و حکمی ظاہر یہ کو آبِ طہور یا تیمم کافی ہے اور انجاس و ادناسِ قلبی کو کہ اعتقاداتِ فاسدہ و خیالاتِ کاسدہ ہیں تائبِ مستغفر توجہِ تامہ کے استغراق سے دھووے اور روح کی طہارت یہ کہ التفاتِ ماسوی اللہ کی کدورت کو باء الرحمۃ مناجاتِ حق میں ڈبو دے اور سرّ کو بازدیدِ انانیت سے بہ بحرِ فنا پاک کرے اور بخرقِ حُجُبِ انوار و ظلم جامۂ غیریت کو چاک کرے پھر بالکل نجاستِ شرک جلی و خفی سے طاہر ہو گا اور سرِّ نماز اس پر علی الکمال ظاہر ہو گا مشائخ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو پانچ فاخرہ خلعتیں پہنائی ہیں بندہ کو لازم ہے کہ اس انعامِ خاصہ کی قدر جانے اور اس عطیۂ عدیم النظیر کا شکر بجالاتا رہے اور داغِ انجاس و ادناس سے بچاتا رہے اور بوقتِ طہارتِ ظاہر اس کی طہارت اور صفائی کا زیادہ تر خیال کرے ایسا نہ ہو کہ بسبب ناقدردانی اس سے پھر چھن جائیں نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ ذٰلِکَ وہ پانچ خلعت اسلام و ایمان و توحید و معرفت و محبت الٰہی کی ہیں خلعتِ اسلام کو تلوثِ منہیات کی پلیدی سے اور خلعتِ ایمان کو نفاق و شکوک کی نجاست سے اور خلعتِ توحید کو بازدیدِ غیر کی کدورت سے اور خلعتِ معرفت کو جہل و غفلت کے چرک سے اور خلعتِ محبتِ الٰہی کو آمیزشِ حُبِّ غیر کے میل سے پاک صاف رکھے بندہ کے یہ پانچوں کپڑے اپنی کامل نفاست پر ہوں تو اس کو

ندمائے حضور میں ٹھکانا ہے۔

حکایت: کوئی مرید ایک شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور باظہارِ ارادت سلسلۂ مشائخ میں منسلک ہونا چاہا شیخ نے بعد ملاحظۂ صدقِ ارادت اس کی التجا کو متلقی باجابت کیا پہلے بشرائط متذکرہ بالا اس کا وضو کروایا اور شکرانۂ توفیق کا دوگانہ پڑھوایا اور دوامِ استقامت کی دعا مانگی پھر اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور رو رو کر فرمایا: اے ولی اللہ اب تو میری نسبت اس منصب عالی کا احق ہے تیرے وضوءِ کامل نے تجھے سب ادناسِ قدیمہ و جدیدہ سے پاک کر دیا اور تو اب خطایا و معاصی سے پاک ہوا کاش کہ مجھے ماں نہ جنتی میں فی الحال تجھ سا نہیں ہوں۔ جس کا وضو پورا ہوا البتہ اس کی نماز بھی ٹھیک ہو گی اور جس کا وضو ہی ناتمام ہے اس کی نماز بھی ناقص ہے۔ نماز کے لئے جامۂ طاہر سے ستر ڈھانپنا شرط ہے جانتا ہے کہ میں نے لوگوں کی نظروں سے اپنی شرم کی چیزوں کو چھپایا ستر ِ کردارِ بد کا ڈھانپنا اس سے اہم ہے پھر دانا بینا کی نظر سے اس کا چھپانا ممکن نہیں علاج یہ ہے کہ حلۂ انابت و جزمِ ارادۂ استقامت سے اس پر پردہ کرے اور دوامِ استقامت کی توفیق مانگے تو البتہ اس پر وہ اعمال چتارے نہیں جائیں گے اور باز پرس نہ ہو گی گویا اس کے نزدیک ستر عورت پورا ہوا پھر اس وقت اپنے دل کی نظر سے بھی باطن کا ستر معیوب ڈھانپے باطن کی شرمگاہ کا ان تین کپڑوں سے پردہ کرے شرمِ کردار کے

ازار اور ہیبتِ جبار کے شعار و دثار اور محبتِ کردگار کی دستار۔ نماز کو نمازوں کے اوقات مخصوصہ پر بھی پڑھنا شرط ہے اوقاتِ مستحبہ کو ضایع نہ کرے جب اس پر عادی ہو گا تو بوقتِ استحضار بھی اپنے ضروری معاملات طے کر لے گا انشاء اللہ تعالیٰ پھر شرطِ نماز استقبالِ قبلہ ہے چونکہ قبلۂ توجہ فقط ایک کعبہ ہے ویسا ہی قبلۂ مقصود وہ واحد لاشریک کی ذاتِ پاک ہے اس توجہ کے وقت بندہ کو ایسا ہونا ضروری ہے کہ پیش گاہِ ارادت سے ماسوی اللہ کو بالکل بھول گیا ہو۔

دیکھو بندہ کے خیالات عارضی ہیں جن لوگوں یا جن چیزوں سے اسکا تعارف اور لگاؤ ہو گیا ہے اُنہی کے خیالات دامن گیرِ حال رہتے ہیں اکثر یہ موادِ رَدّیہ آنکھ اور کان کے واسطہ سے بہم آتا ہے عبث نظریں چلائیں اور غیر ضروری مکالمہ کا اتفاق پڑا انہیں سے ہر وقت کا خلجان حاصل ہوا جہاں رہتا سہتا ہے وہیں کے افکار اس کے دل کی تہ میں چمٹ جاتے ہیں دامن چھڑاتا ہے چھوٹتا نہیں کہ ان خیالات کا تشبث دل میں مستحکم ہو گیا ہوتا ہے اور وہ خیالات یا تو اسی کی ذات سے متعلق ہوتے ہیں جیسا فکرِ معاش وغیرہ یا اس کے غیر سے جیسے اپنے پیاروں کی غمخواری اور اشیائے متفرقہ کی تدابیر اور کسی کی عداوت اور کسی کی محبت اکثر یہ خیالات عبث ہوتے ہیں سو یہ خیالات باقسامہا افسادِ دل میں نہایت کارگر پڑتے ہیں اس کے لئے سلوکِ مسلکِ سداد صراطِ مستقیم میں عوایق ہیں ان کے رفع کی کچھ تدابیر ایقاظ الرقود میں ذکر کی گئیں فلیطلبہ ثمہ بالجملہ بندہ کا حقیقی لگا اپنے مالک

بے ہمتا سے ہے عارضی تعلقات حقیقت کے مقابلہ میں قابلِ التفات نہیں ہیں بلکہ انسان جب نجاست اور گھن آنے والی چیز کو دیکھتا ہے تو اس سے دل میں تنفر کرتا ہے اور اس کی طرف سے آنکھیں نوٹ لیتا ہے اہلِ دل عارضی عبث خیالات سے ایسے ہی گھن کرتے ہیں اور کریہہ سمجھ کر اُدھر سے نظر منصرف کر چکے ہوتے ہیں اس لئے ان کے دلوں میں حقایق کی تاثیر ہوتی چلی جاتی ہے اور دم بہ دم ان کا پاؤں ترقی پر ہے پس دل کی توجہ الی اللہ خیالاتِ ہر دو عالم کو محو کر چکی ہو تو در حقیقت نماز ہے ورنہ جیسا ظاہر کا تخلفِ استقبال ناقضِ نمازِ ظاہر ہے ویسا ہی تخلفِ باطن مفسدِ حقیقتِ صلوۃ ہے اور اگر بندہ کے ظاہر و باطن کی نماز پوری ہوئی تو اس کی فضیلت بھی پوری ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ نماز میں جس کا مونہہ اور ہوائے نفس اور دل کی توجہ تینوں حق کی طرف جھکی ہوں وہ نماز سے فارغ ہوتے ہی گناہوں سے پاک ہو گیا ہوتا ہے گویا ابھی پیدا ہوا۔

اے عزیز! اس وقت دیکھ لو کس مفاز اعظم پر کھڑا ہے یہ وہ مقام معلیٰ ہے جہاں پر سید الرسل و روح الامین کھڑے ہونے کی آرزو کرتے ہیں اور اس مرتبہ کو اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ پھر اگر تو ایک حقیر سا شخص اس نوازشِ شاہنشاہی کی قدر نہ جانے کہ تجھے اس مقام عالی میں اُن کی اقتداء پر کھڑا کیا گیا تو تیری ناسپاسی کیا حد سے بڑھی ہوئی ہے اب بڑی ہوشیاری کا وقت ہے حالتِ موجودہ سے بڑھ کر تجھے کوئی والا رتبت حالت نہیں کہ اس کا بھی تردد جائز ہو وقت کو سنبھال خطرات کو

تھام دل کو مستعدِ قبولِ تاثیراتِ مطلوبہ کر اور دعا مانگ: اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ تَفْرِقَۃِ الْقَلْبِ اور یقین سے جان کہ وارداتِ عجیبہ اور مکاشفاتِ غریبہ سے تجھے مشرف فرمایا جاتا ہے تو اپنے افتقار و انکسار کو اپنے مالک کے استغناء و قدرت و جلال کے آگے جانچ کہ اس تسلیم و مناجات کی احتیاج فقط مجھے ہے وہو غنی عن العلمین اور دل کے صدق وخلوص سے زبان پر لا۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ [انعام:۷۹]

یعنی میں نے اپنے دل کی توجہ کا رخ اس کی طرف پھیرا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا حال یہ کہ میں ماسوی اللہ سے چھوٹ کر مائل بحق ہوا اور میں مشرکین سے نہیں ہوں جب تو نے یہ کہا تو دیکھ کہ تیری زبان تیرے دل کے حال کے مطابق بھی ہے پس اگر مطابق ہے تو تیری تصدیق کی جاتی ہے واگر العیاذ باللہ مطابق نہیں ہے تو اوایلِ سورتِ منافقین کو تیرے حال سے انطباق ہو گا اور تیری تکذیب کی جائے گی سو چاہیئے کہ اس اقرار کے وقت تیرے دل کی توجہ فاطر السموات والارض کی طرف ہو جب تک ماسوی اللہ سے توجہ کا تعلق ٹوٹا نہیں اور سموات والارض ومافیہا سے دل کا دھیان ہٹ کر ان کے خالقِ واحد کی حضوری میں مستغرق نہیں ہوا تو مُقِرّ اپنے اقرار پر واثق نہیں یوں تو رسمی طور پر بہتیرے لوگ کہا کرتے ہیں کہ میں ایسا ہوں اور مجھ میں یہ اوصاف ہیں اور میں برا نہیں

ہوں جانیے جب کہ سچ بھی ہو وا گر غافل تاویل کرے کہ میرا دل جب عمر بھر میں اس اقرار کی ایک دفعہ تصدیق کر چکا اور پھر مکذب نہیں ہوا تو پھر بار بار کی تصدیق کی کیا حاجت اب فقط اقرار ہی کافی ہے تو جواب کہا جاوے گا کہ بلا تصدیق مکرراً اقرار کی بھی کیا حاجت کہ بلاضرور دور نگی میں پڑا جب ایک دفعہ کی تصدیق کافی ہے تو اقرار کیوں کافی نہیں پہلی تصدیق و اقرار سے تو تو بے شک مومن خالص ہوا اب بتکرار اقرار ہی تو اکمل جزء یعنی تصدیق کو چھوڑ دینا اور صرف ادنی جز پر اقتصار کرنا کیا ثمرہ دے گا بلکہ الٹا تشابہ بنفاق ہے جس عمل کو کرتا ہے پورا کریوں تو شاید تو یہ بھی کہہ دے کہ میں نے نماز کی تصدیق کی اور ایک دفعہ پڑھی بھی اور پھر وجوبِ نماز سے انکاری بھی نہیں ہوا ہوں تو اب پڑھے نہ پڑھے فقط جب تو نے زبان سے کہا وما انا من المشرکین شرکِ جلی و خفی کے سب مراتب کو دھیان سے مرتفع کر اس وقت تعلقِ توجہ بغیر اللہ ایک قسم کا شرک ہے جب تک اس کا ارتفاع نہ ہولے تیرا اقرار ٹھیک نہیں۔

جب بامدادِ الٰہی مصلی کی توجہ الی اللہ پوری ہوئی گویا یہ اپنی ذات اور متعلقات اور دونوں عالم کے دکھ سکھ سے محجوب ہوا و مشاہدۂ کبریائی ربانی میں مستہلک ہو کر وہ رتبۂ قابلیت پایا کہ جہاں زمرۂ پاک نبیین و صدیقین و شہداء و صالحین منعم علیہم کو حاضر ہونے کی دستوری ملی اس کو بھی اس بارگاہ معلی کی حضوری پر مشرف فرمایا گیا اس نعمت عظمٰی کی قدر جانے۔

اَلرَّکْعَةُ الرَّابِعَةُ فِی صِفَةِ الصَّلٰوۃِ

اُسی استغراق کامل میں مصلی اپنی نماز موجودہ کی نیت کرتا ہے اور ہر دو عالم و مافیہا کی تودیع کے ارادہ پر بخلوصِ تام اپنی حول اور قوت اور بازدیدِ انانیت سے دست بردار ہوتا ہے اور اس ارادۂ قلبی کے اظہارِ مقصد کے لئے اپنے وجدان متاثرہ کے انتباہِ خاصہ کو باشارۂ رفع الیدین ماسوی اللہ کو پس پشت ڈالتا ہے اور بقیامِ مودبانہ دوامِ استقامت اور تمکن کا طالب ہوتا ہے اور اپنے سیدھا کھڑا ہونے میں سیدھی راہ پر قایم رہنے کی درخواست کی رمز رکھتا ہے اور رفع یدین کے مقارن ذات مستجمع الکمالات موجدِ حقیقی کو بصفتِ کبریا متصف یقین کر کے زبان سے کہتا ہے اللہ اکبر یعنی اللہ تعالیٰ ازروئے جلال اکبر ہے نہ ازروئے عمر و جسم و علوِّ مکان کیونکہ سب آجال و اعمار و اجسام و امکنہ اس کے مخلوق ہیں اس کو ان میں سے کسی ایک کی پروانہیں اللہ تعالی بہت بڑا ہے اس سے کہ کم و کیف کو اس کی ذاتِ اقدس میں راہ ہو یا تعقل و تفہم و توہم وغیرہ قوای و خصایصِ امکانیہ کی وساطت سے اس کی کنہ تک رسائی ہو یا مدرکات کو اس کی احاطت پر دخل و تصرف ہو اور بہت بڑا ہے اس سے کہ اس کی صفاتِ کاملہ میں کسی قسم کی آفت آجانے کا گمان کیا جاوے اور بہت بڑا ہے اس سے کہ اس کی صنع میں کسی طرز کا نقص آنا تصور کیا جاوے اور بہت بڑا ہے اس سے کہ اس کی ذات و صفات کو باتہامِ ابتداء و انتہاء متہم کیا جاوے

چونکہ کعبۃ اللہ کے ہدی مقلّدہ کو محلّہ پر لا کر بذکرِ کبریائے الٰہی قربان کیا جاتا ہے یہاں مصلی بھی بتقلّدِ صدقِ ارادت و وثوقِ توجہ بادائے حقوقِ عبدیت قبلۂ منتہائے معارف کے محلہ پر برفعِ تکبیر قربانی ہوا اس کا قربان ہونا یہ کہ ماوراء الحق کی طرف سے اس کی رگِ التفات کاٹی گئی پس التفات باقی ہے تو ابھی پورا مذبوح نہیں ہوا قربانی بھی کمال قبول کو نہیں پہنچنے گی اور اگر بالکل توجہ بھی پیچھے کو ہے تو ابھی کچھ بھی نہیں اخلاص و توجہ کی چھری سے اس کا گلا کٹتا ہی نہیں اس کا تقلد سے محلہ تک پہنچنا بھی تقلید فاسدہ کی جنس سے ہے قربانی کا ہے کی یہ حیوان مطلق تو جیتا کھڑا ہے گویا اُسی ضریع و زقوم کی چراگاہ میں چر رہا ہے جہاں سے آیا تھا کیا آسمان سے آگ اترنے کی امید پر اپنی قبولیت و منظوری خیال کئے کھڑا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِہٖ وَ سَخَطِہٖ اس تکبیرِ اولی کا نام تکبیرِ تحریمہ ہے جو امورِ غیر عبادت مصلی کو خارج نماز میں مباح ہیں اس کے کہنے سے وہ اس پر حرام ہو گئے۔

اب خوف و رجاء کے مقام میں بخشوعِ تام ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر باادب کھڑا اللہ اکبر کی ثناء کرتا ہے جانتا ہے کہ قوائے مدرکہ انسانیہ اس کے جلال کی صدمت سے دھکیلے جاتے ہیں اور احاطتِ ادراک سے وہ منزہ ہے تو ثناء کا شروع اس کی تنزیہہ سے کرتا ہے اور مجرائے بارگاہِ کبریاء کی تسلیم گزرانتا ہے اور حاضری کی تعظیم بجالاتا ہے اور کہتا ہے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ

اے اللہ تیری حمد اور تعریف کے ساتھ تجھے پاکی سے یاد کرتا ہوں کہ تو ہر عیب اور نقصان سے پاک ہے اور جو خوبی ہے وہ سب تجھ ہی کی ہے سو جب بندہ نے اپنے پروردگار دانا بینا کو ہر عیب و نقصان سے پاک جانا اور سب خوبیوں کا مالک اُسی کو سمجھا اور اس بات کا زبان سے اقرار کیا تو اس کو اطمینان کا مرتبہ ملا کیونکہ جانتا ہے کہ میں اپنی استعداد کے موافق نقائص سے فرار اور حمائد کے استقرار کا خواہاں ہوں سو دونوں صفات کا مرجع ومآب علی الاختصاص میرے مالک کی ذات ہے پس یہاں سے انقطاع کر کے جھکنے کو کوئی جگہ نہیں یہی دربار ہے اور بس اور اس مشاہدہ میں مشرف باستہلاک ہوتا ہے اور کہتا ہے: وَتَبَارَكَ اسْمُكَ اور تیرا نامِ پاک کہ ازل سے ابد تک شایانِ تقدیس و تمجید ہے بابرکت ہے تاثیر اسمائے مبارکہ مؤثرہ سے ظہورِ متاثرات ہے کہ وہ صُوَرِ علمیہ الٰہیہ ہیں۔ وَتَعَالٰی جَدُّكَ اے میرے مالک تیری ذاتِ پاک بزرگ وبلند ہے اور تیری بزرگی کا علو بڑا ہے ہمارے تعبد کی احتیاج اور وہم و گمان کی دسترس سے تیری ذات کی تنزیہ و تحمید و برکت و تمجید مخلوقات کے حد لگانے سے برتر ہے۔ وَ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے جس کے لئے تذلل اور تعبد روا ہو بلکہ اہل حقیقت کے نزدیک غیر کے لئے استحقاقِ معبودیت تو درکنار مشہدِ توحید میں حقایقِ متعینہ غیریت کے اعتبار سے ذاتاً و صفاتاً خود معدومات ہیں پس ان میں صلاحیتِ التفات کہاں دیکھو اس کلمۂ طیبہ میں کہ بندہ بصیغۂ خطاب تکلم کر رہا ہے لائے نافیہ سے جلال اور

ثبوتِ مخاطب سے جمال کیسا متجلی ہو رہا ہے کہ حسبِ مراتبِ استعدادِ اربابِ تکلم اس کے متبادرات معانی سلبِ الوہیتِ غیر سے ما خلا اللہ کا ابطال کر رہے ہیں۔ مدارجِ انتفاء واستہلاکِ تامہ کہ منتہائے مقاصد سالکین ہے اسی اقرار و تصدیق پر ختم ہیں ابتداء سے انتہا تک اسی کی تعمیل و تکمیل موصلِ مرحلۂ مقصود ہے اور ملاک الامر تدین یہی کلمۂ طیبہ ہے باقی عبادات وحسنات اسی اصل کی فروع و اثمار ہیں اسی کلمۂ جلیل القدر پر دعائے افتتاح کا خاتمہ ہے کہ بندہ بقدرِ وسعت استلام و التثامِ باب العالیہ کے عرض تسلیم حضور سے فارغ ہو کر قابلِ تقرب و مشرف بمرتبۂ مناجات ہوا چونکہ اس کی تصدیق و اقرار سے اس کا باطن اور ظاہر خزائن رحمت سے مالا مال ہو گیا ہے اور باستقدامِ تقربِ بساطِ عزت مستعد ہے بے شک اس کو اپنے ایک دشمن صریح مشہور رہزن قبیح کا خیال ضرور ہے کہ اس کی دولت مقبوضہ پر یورش لا کر متصرف نہ ہو جاوے اور منزلِ مقصود پر فایز ہونے سے مانع آوے کیونکہ وہ ہر وقت اس کی تاک لگائے شعبِ مکائد میں مستعدِ پرخاش ہے خاص کر ایسے وقت میں کہ یہ مال و دولت سے مالا مال ہو اس پر حملہ آوری کا قصد رکھتا ہے حال آنکہ یہ خود اس کو دیکھتا نہیں اور وہ شریر اپنی کمین گاہ سے اسے دیکھتا ہے اور حتی المقدور اس کے ضایع کر دینے میں تکاسل نہیں کرتا اور بسبب عداوت قدیمہ و حسد دیرینہ انسان کی خرابی کی تدبیریں کرتا رہتا ہے اور وہ قاطع الطریق اس کا اور اس کے آبا و اجداد کا دشمن شیطان رجیم ہے۔

جب اس شریر کے مقابلہ کی خود اس میں طاقت نہیں ہے اور منزلِ مقصود تک پہنچنا بھی ضرور ہے تو اب بندہ کو لازم ہوا کہ اُس صاحب سیاست کے کنفِ امان میں آوے جس کی سیاست سے وہ حاسد لرزتا ہوا بھاگ نکلے اور حملہ آوری کا حوصلہ نہ پائے اور یہ بامنِ تمام اپنے جمیع مال و دولت سمیت منزلِ مقصود پر پہنچ جاوے سو وہ صاحبِ سطوت و جلال فقط اللہ سبحانہ کی ذات پاک ہے جس کی کنفِ امان میں آنا پورے امن کا موجب ہے اور یہ وہی ذی العزۃ والعظمۃ کی ذاتِ کبریاء ہے جس کے سلطان جبروت کے سامنے کسی کو طاقت نہیں کہ انانیت کا دم بھرے سو بندہ پہلے ہی سے اسی دربار کے مجرا میں بمقام حاضری تعظیم گزران کر تقربِ خاصہ کا امیدوار ہے امن طلب کرنے کو کہیں دور جانا ہی نہیں یہیں التجا کرنی ہے اس مقام پر شاید کسی ناقص کو شبہ گذرے کہ جب بندہ پہلے مشرفِ حضور ہو چکا اور انانیت و سلسلۂ اکوان کو پس پشت پھینک آیا کیا شیطان ابھی آگے کمین میں لگا بیٹھا ہے اس کو پس پشت نہیں ڈالا تھا تو جواب یہ ہے کہ وہ پسِ پشت ڈالنا اور سلسلۂ اکوان کو پیچھے چھوڑ آنا معاملۂ ذہنی ہے اور نفس الامر میں اس کے لوازم اضافی مکفوف نہیں ہوئے اس کا تعین و تشخص اپنی تقید پر بحال ہے پھر بہر حال تاثیرات داخلیہ و خارجیہ سے اس کا متاثر ہونا غیر ممکن نہیں ہو گیا سو یہی متاثر ہونا اس کے امر ذہنی کا حارج ہے اور حرجِ امرِ ذہنی اس کی دولت کا چھن جانا اور بکسرِ ارادتِ تخشع منزلِ مقصود پر فائز ہونے سے رہ جانا ہے اس کی تمثیل یہ ہے کہ کوئی اپنا مال

لئے بیدھڑک اپنے راستے چلا جاتا ہے کمین گاہ سے کسی رہزن نے اس پر بندوق چھوڑی کیا اس کا مارا جانا اور اس کے مال کا لٹ جانا غیر ممکن ہے؟

گو اس کو اس رہزن کا تصور و خیال بھی نہ تھا یا یہ سمجھو کہ کوئی اپنے بستر پر سب اعداء سے بے اندیشہ بیٹھتا ہے بستر پر سانپ چڑھ آیا اور اس کو ڈنگ مارا یہ کب امکان سے باہر ہے سو اسی طرح یہ سوچو کہ بے شک مصلی نے بوقتِ تکبیرِ تحریمہ ماسوی اللہ کو اپنے علم کی روء سے پس پشت ڈالا پس یہ اس کا فعل ہے کچھ قسم کھا کر شیطان خود تو پیچھے نہیں ہٹ گیا کہ جا تیرا تعاقب نہیں کروں گا جب وہ انسان کا عدو مبین ہے تو حتی الامکان اس کا پاؤں پھسلانے میں تکاسل نہیں کرے گا اور اپنی شرارت کے سبب وہ مضل تضلیلِ انسان سے نہیں رکے گا مگر بسیاستِ ملک جبار۔ پس جان لے کہ دل میں وسوسہ ڈالنا فعلِ خناسِ لعین ہے اس کی تاثیر سے بندہ کے دل کا اکھڑ جانا اور ماسوی اللہ سے تعلق پکڑنا فعلِ عبد ہے سو یہی ابلیس خنیس کا مدعا ہے اور اگر کوئی کہے کہ شیطان تو ایک طاقت مضلہ صفاتِ انسانیہ سے ہے تفریقِ فعل کیسے اور زمان حال میں ایسے مشکک ہیں بھی بہت۔ تو جواب کافی ہے کہ جاؤ علیگڑھ کے نیچریوں سے اس کا جواب پوچھو ہمارے خدا کے کلام میں تو شیطان ایک روح خبیثہ کا نام ہے کہ جنی نسل سے ہے اور انسان کا دشمن ہے جہاں تک ہو سکے اس کو دھوکے میں ڈالتا ہے جب مومن کو تسلیم ہے کہ بحالتِ توجہ تامہ بھی مصلی کو تعوذ کی احتیاج ہے تو مشکک اور اعتراض کھڑا کر سکتا ہے کہ جب

مصلی بحالتِ استغراقِ کامل عین حضوری میں باختصاصِ اکرام محوِ مشاہدۂ جمال ہو کر ماذون ارتقائے مدارجِ کمال و مجازِ اتمام نعیم بے زوال ہوا تو اب خاص حضور میں شیطان کی دست اندازی کیا مقدور کیا وہ شاہنشاہِ عالی جاہ کے حضور میں کھڑے کو لوٹ لے گا یا مار ڈالے گا وہ لعین دبے گا نہیں اور شاہنشاہ اُس فضول کو سیاست نہیں فرماوے گا کہ وہ گستاخانہ ایک مقبول درباری پر طمع کا ہاتھ پھیلانا چاہتا ہے۔

حضور اقدس میں دست بستہ مودب کھڑے ہونا طلب امان کے قایم مقام کیوں نہیں؟ جواب ہے کہ ٹھیک مصلی باختصاصِ اکرام مخصوص بمشاہدۂ جمال ہے مگر یہ کس نے کہا ہے کہ اس پر شیطان کا تصرف جابرانہ چل سکتا ہے یا اس کی مجالِ تصرف مستقل ہے یا وہ مردود حق تعالیٰ سے ڈرتا اور دبتا نہیں یا اس مطرود کو زندان دوزخ میں سیاست نہیں فرماوے گا ضرور اس کو کردار بد اور تصرفِ بے جا کا پاداش دیا جاوے گا لیکن اس کے میعاد پر وَاللّٰهُ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ خیال کرنا چاہئے کہ شیطان بھی بارگاہ جلال کا چیلہ ہے راندہ گیا تو رحمت سے نہ صفاتِ منتقمہ سے اب تک بھی اسے پیرایۂ وجود و لوازم وجود باطاقتِ اضلال و صفاتِ ذمیمہ اس کو صفتِ تخلیق ربانیہ سے ملی ہوئی ہیں حق تعالیٰ کی ربوبیت بصفاتِ جلالیہ اس کی مربی ہے اور پیش گاہِ جلال میں وہ بھی حاضر کھڑا ہے اور مصلی مظہرِ جمال ہے تو بساطِ تکون میں بمناسبتِ تضاد یہ اور وہ دوش بدوش ہیں کوئی جدھر چلے چلے آخر ذاتِ واحدہ کی صفات کا مظہر ہے ایک سوال میں شیطان بنی آدم پر سبقت کر گیا وہ

یہ سوال ہے کہ یارب مجھے یوم البعث تک زندہ رکھ کہ میں انسان سے اپنی عداوت پوری کروں سو وقتِ معلوم یعنی انقطاعِ نسلِ آدم تک اس کا زندہ رکھنا منظور ہوا اور اس کو تصرفاتِ محدودہ کی بھی اجازت دی گئی پس شیطان بسبب تیقنِ ایفائے وعدہ حضوری میں کھڑے کا قصد کرنے سے بھی نہیں جھجکتا وہ مظاہرِ جلال میں ملایا چاہتا ہے اور مصلی دوامِ مشاہدۂ جمال کا مستدعی ہے اور ذاتِ اقدس غنی مطلق ہے اور بندہ محتاج مقید سو اس کو ضرور ہے کہ حاضری کی تعظیم کا وظیفہ پورا کرکے قبل از آغازِ مقصد اپنے دشمن کا حملہ روکنے کو اپنے مالک سے التجا کرے امید ہے کہ اس کی التجا قبول ہو گی اس کے عدو کو ادھر سے جھڑک دیا جاوے گا سو مصلی اپنا رتبۂ اعزازِ حضور چھن جانے کی خطر سے بارگاہ بندہ نوازی میں التجا کرتا ہے اور بنا بر اظہارِ شدتِ احتیاج بپاسِ ادب تقربِ خطاب سے میلان بغیوبت کرتا ہے تاکہ عرضِ مدعاء میں تشبہ بگستاخی نہ ہو مع ہذا سبب غیوبت اور بھی ہے کہ بحالتِ عین استغراق خطورِ خطرۂ عداوۃِ عدو بیچ میں حجاب آگیا تو خواہ نخواہ اس عبارت میں طلب امان کرتا ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم شیطان مردود سے اللہ کے پاس پناہ چاہتا ہوں اس عبارت کے لباس میں پناہ مانگنا خوب مبارک ہوا کہ ایسے اسم اقدس جامع جمیع برکات کے آسرے میں آیا جس کے ساتھ کسی ضرر کا اندیشہ نہیں رہتا سو اس طرح سے استعاذہ اقرب بقبول ہے بنابر آنکہ موافق امر خداوندی ہے کہ فرمایا ہے:

اِذَا قَرَأۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ [النحل:۹۸]

مخبرِ صادق سے نسبت باستعیذ کلمۂ اعوذ اثبت ہے گویا تفسیرِ مابہ الامر ہے اس کہنے سے مستعیذ تاخت و تاراجِ غنیم کے صدمہ سے اپنے مالک کی پناہ کے حصار میں آگیا تو خاطر خواہ باطمینانِ تمام، امر ذی بال عرضِ مقاصد کے اہتمام میں مشغول ہوا چونکہ قاعدہ ہے کہ امر ذی بال کو شروع کیا جاتا ہے تو قبل از شروع بمرادِ حسنِ انجام اپنے مولی کے اسم اعظم الاسماء سے استعانت کرتے ہیں تو مصلی کہتا ہے: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم اصل مقصود اور امرِ اہم تقربِ الٰہیہ و تلاوتِ کتابِ رحمانیہ و طلبِ فیضانِ رحیمیہ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ شانہ کے اسم اعلیٰ و اولی سے آغاز کرتا ہوں کہ وہ بافاضۂ انوارِ رحمتِ رحمانیہ بلا تمیز موافق و مخالف مربی عوالم و مستعانِ اربابِ استعانت ہے وبتوسع آثار رحمت رحیمیہ مجازی حسنات و خیرات و مُفۡضِی فضل و احسان اور بخشندۂ درجات جنان ہے یہاں مصلی نے اپنے آغاز مطلب پر اسم مبارک اللہ سے استعانت کی اور حسن التفاؤل کی راہ سے اسمائے صفاتیہ میں سے اس ذات پاک کا دو ناموں سے اتصاف بیان کیا ایک رحمٰن اور ایک رحیم کہ اس کے مفیدِ مطلب و مناسبِ مقام یہی نام ہیں کیونکہ مصلی کا فقط طلب رحمت مقصود ہے اور یہ دو نام جامع ترین صفات جمال ہیں سو انہیں اسموں کے ذکر کرنے سے عرضِ مدعا زیبا ہے دستور ہے کہ جب سائل منعم سے کچھ سوال کرتا ہے تو بذلِ مواہبِ مقصودہ سے اس کو متصف کرتا ہے مثلاً کچھ کپڑے

کا سوال کرنا ہو تو کہتا ہے کہ جناب امیر صاحب ستر پوش و خلعت بخشِ مساکین ہیں اور کھانے پینے کی درخواست ہے تو کہتا ہے کہ حضور بھوکوں پیاسوں کے ملجاء وماویٰ ہیں علی ہذا القیاس اور بخلاف اس کے ایسی درخواست میں یہ کہنا مناسب مقام نہیں ہوتا کہ امیر صاحب کے اتصاف میں کہا جاوے کہ جناب بڑے تیغ بہادر اور پیل فگن ہیں اسی طرح مصلی بھی اپنے آغازِ مطلب میں اپنے مالک کی ذات پاک کو کہ صفات متضادہ سے متصف ہے بتوصیفِ صفاتِ قہریہ یاد نہیں کرتا اور یوں نہیں کہتا بسم اللہ الجبار القہار اگرچہ جبار و قہار بھی اسمائے الٰہیہ سے ہیں اس کو مظہریتِ رحمت مطلوب ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے قہر سے اس کی رحمت کی طرف فرار اور اس کے ظلِ حمایت میں استقرار کرتا ہے رحمن وہ ذات مہربان ہے کہ مطیع اور عاصی سب کی پرورش فرماوے چنانچہ اس دار الفناء میں کہ دار العمل ہے صفتِ رحمانیہ جلوہ نمودار ہے اور رحیم وہ مہربان ذات ہے کہ مطیعین کو بخلافِ عُصاۃ دار البقاء میں کہ دار الجزاء ہے اپنی رحمتِ واسعہ سے ممتاز فرمائے اور بمحض رحمت بڑی تہلکہ سے بچاوے اور تھوڑی سی محنت کے عوضانہ میں نعمائے ابدیہ کا مزہ چکھاوے خاصۃً اس صفت کی تجلی عالم اخروی میں ہے دیکھو بائے الصاقیہ میں ایک لطیف سی رمز نمایاں ہے کہ اسم اللہ سے کیفیاتِ بارزہ و ظہورِ شہادی کا قیام ہے۔

مراتبِ کونیۂ آفاق و انفس عالم خلق و امر کی موجد وہی ذات واحدہ ہے اور جمیع اعتبارات کا مرجع وہی ایک ہے تعدد سے وہ پاک ہے سب حقایق و اعتبارات و

تعددات اُسی سے مستنیر ہیں وہ مشکوۃِ افعال کے زجاج صفات سے بانوارِ حقیقت مُضِیيِّ عوالم ہے جب جمیع مدارجِ ظہور و حقایقِ مبطونہ کا موجد و حقیقۃ الحقایق تو بالاصالۃ اور کوئی مرجع محامد نہیں ہے فقط وہی ہے کوئی سمجھے یا نہ سمجھے اس مقام میں جب بندہ کو انکشاف حقیقت نصیب ہوا توشُکْر اٰلِآءِ اَنْعُمِہٖ کہتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن سب تعریف اور خوبی اللہ تعالیٰ کے لئے ہے کہ جہان کا پروردگار ہے کوئی خوبی ایسی نہیں کہ خدائے تعالیٰ کو اس کا استحقاق علی الاختصاص نہ ہو اور کوئی ذرہ ذراتِ کائنہ سے نہیں ہے کہ حق تعالیٰ اس کا پروردگار نہ ہو اس وقت مصلی باوجود استحضارِ عالم باشتغالِ حقیقتِ افرادِ عالم کے تشغل سے محجوب ہے اپنے مطلوب حقیقی کی تحسین اُس کلام سے کررہاہے کہ انقطاع اشغال کے بعد کی جاتی ہے اور وہ اطمینانِ تامہ کا وقت ہے وَ اٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن [یونس:١٠] چونکہ اس کلام سے عطائے الٰہی پر بندہ کی رضا پائی گئی تو بعطیۂ قبول ممتاز فرمایا جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری ستایش کی حق تعالیٰ کی ربوبیت عامہ وخاصہ مستلزمِ تعبدِ مربوب ہے علی العموم و علی الخصوص جمیع مراتب عبادت کا مستحق وہی ایک ہے جب مصلی کو ذکرِ ربوبیتِ الٰہیہ سے منکشف ہوا کہ خالق کی ربوبیت موجب افاضۂ رحمت ہے تو بتوصیفِ وصفِ رحمت مقتبسِ انوارِ تقرب ہوتا ہے اور کہتا ہے:

اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یعنی رب العلمین بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے اگر اس کی ذات متصف بر حمانیت نہ ہوتی تو انتظامِ ہر دو عالم اپنے کمال کو نہ پہنچتا اور اگر اس کی رحیمیت کی دستگیری نہ ہوتی تو لذائذِ اخروی سے کوئی کم بہرہ یاب ہوتا اور کیفیات متمیزہ کا ارتفاع بالکلیہ ہو جاتا پھر بہت حقایق اور کمال حکمیہ حجابِ اختفاء میں رہتے ربوبیت عامہ وخاصہ کا کمال بروز میں نہ آتا توصیفِ ربوبیت کے بعد اتصافِ حق بصفتِ رحمت عامہ و خاصہ نہایت پُر ضرور تھا اس لئے ذکر الرحمن الرحیم عبد پر بتکرار لازم ٹھہرا پہلے تسمیہ میں ذکر ہو لیا تھا اب دوبارہ مقام مناسب میں مذکور ہوا تاکہ مصلی کا وجدان معرفتِ حقیقت سے بے بہرہ نہ رہے اور باستعانتِ رحمت طے مراتبِ قرب پر مستطیع ہو اور بمشاہدۂ تجلی جمالِ جمیلِ حقیقی مستغرقِ بحرِ حقیقت ہو کر فضل و احسانِ باری کا گرویدہ رہے اور وصمتِ التفاتِ ماسوی اللہ اس کے دامن حال پر داغ نہ ڈالے بندہ نے جب بخلوص تمام تعریف ربانی میں یہ کہا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے میری ثنا کی زہے قسمت کہ باعزازِ قبول معزز ہوا ہرگاہ کہ بندہ اس مقام میں باستلذاذِ رحمت مستفیضِ اختصاصِ عطایائے حضور ہوا اور مستقرّ رحمتِ عامہ وخاصہ میں استقرار پایا بے شک اس رتبہ سے بڑھ کر اپنے حق میں اور کوئی مرتبہ اعلیٰ نہیں دیکھتا مگر جانتا ہے کہ ذات اقدس سبحانہ جامع صفات متضادہ ہے اور اس کی صفات میں تعطیل روا نہیں اگر اِدھر تجلی جمال ہے تو اس کے لئے مجالی جلال بھی ہیں اور مصلی کا مقصود

ہے کہ باکتنافِ رحمت دوامیہ مظہریت صفاتِ قہریہ سے تحذر کرے بآنکہ اپنے معبود کے اتصافِ صفاتِ مقابلاتِ جمالیہ کے انکشاف سے بے بہرہ نہ رہے اور اتمامِ نعمت بھی جبھی ہے کہ اس کے مقابلات کا بھی ملاحظہ ہو جاوے ورنہ نعمت کی قدر دانی بدرجۂ کمال نہیں کر سکے گا اس لئے اب خداوند نعمت کو ایسی صفت کے اتصاف سے یاد کرتا ہے کہ اُس میں قہر و مہر کے بروق لامعہ جلوہ گر ہیں اور کہتا ہے:

مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ وہ انصاف اور جزا کے دن کا مالک ہے قیامت کے دن کا بادشاہ متصرف ہے والامر یومئذ للّٰہ بے شک اللہ سبحانہ دنیا اور آخرت دونوں عالم میں برابر متصرف اور مالک ہے یوم الدین میں مالکیت اور تصرف کی تخصیص کی ایک وجہ یہ ہے کہ محجوب دار العمل میں ذرائع اور وسائط واسباب کے حجاب میں تنفیذِ احکام حقیقۃ الحقایق سے اختفا رکھتا ہے بخلاف دار الجزاء کہ کشف الغطایا کا مقام ہے وہاں برائ العین انکشافِ حقیقت کا معاملہ ہے اور اپنے مالک کی اس طرح تعریف کرنے میں رمز یہ ہے کہ ذات باری کے لئے تجلی رحمت و قہر دونوں ہیں اور بندہ کا مطلوب رحمت ہے کہ منحصر باہدائے حقی ہے اور اس کے غضب اور اضلال سے بچنا باستمدادِ رحمتِ مالک پس یہاں پر خوف و رجاء کی حالت مصلی پر طاری ہوتی ہے اس وقت بندہ کا دل نہایت اعدل المقامات میں آجاتا ہے کہ ایمان خوف ورجاء کے بیچ میں ہے اس کے اس کہنے پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے

میری بزرگی بیان کی بندہ کو اس اعزاز قبول سے رحمت خاصہ کا امیدوار کیا جاتا ہے پس بندہ مالک کی ہیبت جلال سے اس کے مامن رحمت کی طرف فرار کرتا ہوا بُعدِ غَیبت سے قربِ حضور کے حصار میں پناہ چاہتا ہے اور کہتا ہے:

اِیَّاكَ نَعْبُدُ اے مالک ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں تیرے سوا اور کی پرستش نہیں کرتے یہاں پر تقدیم مفعول تخصیص و حصر عبادت کے لئے ہے فقط مخصوص بذات مالک کہ اس کی ربوبیت موجبِ تحتمِ عبادت علی العلمین ہے اس لئے بنابر استیعاب افراد عالم نَعْبُدُ کا لفظ بصیغۂ جمع کہا گیا اور ہمدردیِ اخوتِ اسلامی کے لئے بھی شایان یہی ہے اور مفصلاتِ عبادت محصور بشرعیات ہیں عبادت کی طرز فقط وہی معتبر ہے جس کی سند شارع سے مل چکی گویا یہاں پر بندہ کا اقرار ہے کہ ہم شرع محمدی کی تعمیل کرتے ہیں اس پر دل سے پکا ہونا شرط ہے پس اگر زبان سے کہے: اِیَّاكَ نَعْبُدُ اور فی الحال دل کا تشغل بماسوی اللہ بھی باقی ہے یا عبادت کو منحصر بذات واحدہ نہیں جانتا تو اس کا حال اس کے قال کی تکذیب کرتا ہے اور قابل قبول نہیں اس وقت مصلی کو اپنی اور جمیع عالم کی عابدیت و عبودیت و عبودۃ اور حق واحد کی معبودیت و مالکیت والوہیت مد نظر ہونی چاہئے اور عبادت کو وسیلۂ استمتاع تقرب خیال کیا گیا ہو کہ بندہ اور حق کے درمیان میں عبادت واسطہ ہے جو کہ اس جواب کے شایاں ہو کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے اور بندہ کے بیچ میں ہے اِیَّاكَ نَعْبُدُ سے جبریہ کا رد نکلتا ہے یہاں اسناد فعل بعباد ہے مشعر بر آنکہ

صدور فعل باختیارِ بندہ ہے اس لئے مستحقِ جزا ٹھہرا کر وعدہ و وعید سے متنبہ فرمایا گیا چونکہ کارخانۂ حقیقت میں بندہ کا دخل بمنزلۂ مجاز ہے بنابر رفعِ توہمِ استقلال کہ اس کا منشاء اسنادِ فعل بخود ہے۔ کہتا ہے:

وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ اے ہمارے معبود تجھی سے ہم استعانت کرتے ہیں فقط تیری مدد مانگتے ہیں تیرے سوا اور کی اعانت کی احتیاج نہیں رکھتے ہیں کیونکہ ہر محتاج کی کارسازی تو ہی کرتا ہے اور بس۔ سو ہم تیری عبادت کرتے ہیں تیری توفیق سے تیری توفیق کی اعانت نہ ہو تو کوئی تیری عبادت سے چاشنی گیر نہیں ہو سکتا اور اصل عبادت پر ہی مستطیع نہیں ہوتا فانت الموفق وانت المستعان پھر بندہ باوجود اس اقرار کے اعانت غیری کا بھی آسرا رکھے تو بڑا جھوٹا اور جھٹلایا گیا ہے اس امر سے تحرز کرے کہ اس کے دل کا حال اس کی زبان کے مقال کا مکذب ہو چونکہ حق تعالی کی ذات پاک کو غناء مطلق ہے اور کچھ اُس پر لازم نہیں ہے بندہ خواہ عمر بھر استعانت کا سوال کئے جائے۔ پس بندہ کو چاہئے کہ بوقت استعانت اس کی رحمت پر بھروسا رکھے کہ اس کی ثناء میں آیۃ الرحمن الرحیم پہلے ہی سے عرض حضور کر چکا ہے پھر اس وقت جانتا ہے کہ اے معبود تو فقط اپنی رحمتِ واسعہ سے ہمیں طریق استقامت کی ہدایت فرماوے تو تیرے فضل و کرم سے یہی امید ہے وَالۡعِیَاذُ بِکَ وَبِرَحۡمَتِکَ اگر تو اعانت نہ کرے تو ہمارا استحقاق بھی کوئی نہیں بہرحال ہم بسبب افتقارِ ذاتی تجھ سے کبھی بے پروائی نہیں کر سکتے اور

اپنی ہر بہبود طلبی میں کہ بضمنِ اہتداء منحصر ہے تجھی سے سوال کرنے لایق ہیں اور تو ہی معطی و منعمِ کریم ہے پس مصلی جب اس مکاشفۂ استغراقی سے مشرف ہوا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندہ نے جو کچھ مانگا وہ خاص بندہ کے لئے ہے اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ کہنے سے بندہ شریعت وطریقت کا جامع ہوا کہ عبادت ماموربِہَا کا نام شریعت ہے اور عبادت کے استیفاء میں ارحم الراحمین سے استمداد کرنے اور باتصفیۂ باطن اس کے ثمرہ سے کامیاب ہونے کی خواستگاری کرنی طریقت ہے اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ میں ردِّ قدریہ موجود ہے چنانچہ اظہر ہے کہ بندہ خود خالق الافعال ہو تو استعانت کیسی اس تصدیق و اقرار سے بندہ بہ تحققِ حقیقۃِ ایمان ممتاز ہوا کیونکہ ایمان حقیقی بین الجبر والقدر ہے اگر بندہ حقیقت میں بھی اپنے فعل کا فاعل ہوتا تو استعانت لغو تھی اب استعانت کا مقصود عرض حضور کرتا ہے اور نہایت صدق و خلوص سے سائل ہوتا ہے:

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ اے مالکِ مستعان ہم کو سیدھی راہ کی ہدایت کر۔ اس سوال پر مشکک تشکیک لاتا ہے کہ اے بندہ جب تو طریقِ ہدایتِ اسلام پر اپنا ہونا ثابت کرتا ہے تو پھر اہتداءِ صراطِ مستقیم کی درخواست کیوں کرتا ہے کیا یہ تحصیل حاصل کے قبیل سے نہیں جواب ہے کہ یہ ہدایت کی درخواست بمعنی طلب ثبات باستقامت ہے اور اب تک تا بانجام اس پر سارا راستہ منقطع نہیں ہو

لیا اس لئے باقی کے لئے طالب استعانت ہے اور کہتا ہے ہم کو اس طریق پر چلا کہ موصل بر حمت ہے اسی امیدواری پر ہم نے تیری ذات پاک کو باتصافِ رحمانیت ورحیمیت استغراقِ خاصہ میں یاد کیا بلاشبہ مظاہرِ انعام و موارد ایلامِ کا باعتبار تجلی جمال و جلال تو ہی مالک ہے جدھر چاہے چلاوے تُعِزُّ مَنۡ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنۡ تَشَاءُ تهْدِیْ مَنۡ تَشَاءُ تُضِلُّ مَنۡ تَشَاءُ مگر ہم بندگان بسبب عدم امکانِ تحمل غضب بوساطتِ استعانت برحمتِ واسعہ صراط مستقیم کی ہدایت کے طلبگار ہیں اور طریق استقامت منتہی بحق ہے اس استدعا میں بندہ نے بحرِ حقیقت میں غوطہ لگایا تو ارباب حقیقت کا الحاق اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے درخواست کرتا ہے اور کہتا ہے:

صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ اے مالک ہم ان لوگوں کی راہ تجھ سے درخواست کرتے ہیں جن پر تونے انعام کیا اور دونوں جہان کے نعیمِ قُرب سے اُن کو مخصوص فرمایا اور اُن کو اپنی رضا کا مزہ چکھایا اور ہمیشہ بہار کے گلزارِ رضوان میں بسایا سو وہ منعم علیہم چار فریق ہیں اولی و اقدم اُن میں انبیاء ہیں جن کی اقتداء موجب سعادت ہے اور اُن سے استغناء مورثِ شقاوت اور دوسرا فریق نبیین سے دوسرے مرتبہ پر صدیقین ہیں اور تیسرا شہداء اور چوتھا صالحین کا فریق ہے اور صراط مستقیم انہیں چاروں فرقوں کی راہ ہے سو تو ہم کو بتصدقِ رحمت انہیں کے طریق پر چلا جب بندہ نے صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ کہا مقبولان درگاہ کے

مقامات عالیہ کی سیر کی اور اس مرتبہ کے افتراق سے ڈرا اور ہیبتِ غضبِ جلال ربانی سے کانپا تو مجالیِ قہر و مظاہر غضبیہ کی موافقت و مقارنت سے اجتناب لازم سمجھ کر ارحم الراحمین کی ہدایت کی پناہ میں التجا لایا اور بولا:

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ہم کو ان لوگوں کی راہ پر نہ چلا جن پر تو نے غضب کیا کہ بدو حال سے دم واپسیں تک کفران و معاصی میں رہے اور منعم علیہم کی تکذیب و عناد میں پڑ کر خائب و خاسرِ ابدی ہوئے یا اشرار فجار کہ توبہ کی توفیق نہ پائے اور اِسی تباہ کاری میں عمر بسر کی اور التذاذ قرب سے باہر نہ ہوئے یا فرق یہودیہ وغیرہ اور نہ اُن لوگوں کی راہ چلا کہ گمراہ ہوئے اور صراط مستقیم کو بھول کر بہکے پھرے گو ان پر ہدایت کا مینہ برسا مگر بسبب فقدانِ استعدادِ قابلہ متاثر نہ ہوئے پتھر پر بوند پڑی آگے کو سرک گئی یا شورہ زار کی طرح تر بتر ہوئے مگر بباعث سوءِ جوہر خضراواتِ اعتقاد و اعمالِ صالحہ سے محروم رہے یا بعدِ اہتداء مسترد با سفل السافلین ہوئے مثل اس پودے کے کہ اس کی منبت کا جوہرِ بیرونی تو قدرے صلاحیت رکھتا ہے لیکن خواصِ اندرونی جہاں سے اصول کو تغذیہ ہوتی ہے بالکل نا قابل ہے پہلے کچھ نمو میں آیا مگر جب باطن کی خرابی ظاہر پر غلبہ کر گئی تو قبل از آں کہ پھول پھل لائے سوکھ گیا اہتداء کے بعد زیغِ قلب کی خرابی دوبالا حسرت کا موجب ہوئی مصلی کی درخواست کا مضمون ہوا کہ اے ارحم الراحمین ہم کو کمالِ عرفان سے بہرہ ور کر اور پھر بعد الحاق بزمرۂ صلحاء اضلال سے بچا اور پابرجا

رکھ اور تمکن باستقامت نصیب کر اٰمِیْن اے ہادی مطلق ہماری اس عرضِ آرزو کو قبول فرما اخیر فاتحہ پر مصلی کو درکاتِ اشقیاء کا ملاحظہ گزرا شبِ معراج کی سیر محمدیہ کی مثل بہشت اور دوزخ کی سیر حاصل ہوئی جمال اور جلال کی چمکوں سے خوف ورجا کی دونوں آنکھیں روشن ہوئیں اخیار وابرار اربابِ تعشق وشنطار کے توافق وتشابہ سے جام وصال پیا اور اشرار وفجار منافقین وکفار کے تجانس وتماثل سے تحرز کیا جب مصلی نے نہایت عجز وادب سے اپنے عرض سوال کی گزارش کی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ خاصۃً میرے بندہ کے لئے ہے بندہ نے جو کچھ مجھ سے سوال کیا وہ اس کے لئے منظور ہے سبحان اللہ وبحمدہ آپ ہی عمل خیر کی توفیق دے اور اَلَذُّ النِعَم (سب سے لذیذ نعمت) قرب ومناجات سے اپنے ناتواں بندہ کو متلذذ فرمایا اور پھر اُس پر ثمرۂ قبول مترتب کیا پس اگر بندہ ابھی اس نوازشِ اجابت کی قدر نہ جانے تو وائے برحالِ زار۔ اگرچہ مقاصدِ قرآنیہ ومطالبِ جمیع کتبِ سماویہ فاتحۃ الکتاب کے ضمن میں سب کے سب آگئے مگر بسبب کمالِ اجمال ذہن انسانی اس کے درکِ عجائبات سے قاصر ہے اور اس کو اس کے غرایبِ مندمجہ (چھپے ہوئے) پر احاطت دشوار ہے اور باقی قرآن مجید اس اجمال کی تفصیل ہے تو بقدرِ تیسر مصلی آیاتِ قرآنیہ سے پڑھتا ہے، تبشیر وتحذیر، ترغیب وترہیب وعدہ ووعید کے مواضع میں متاثر ہوتا ہے خوف ورجا شرم وحیاء صبر ورضا تسلیم بقضاء صدق وصفا عجز والتجا شدتِ احتیاج وافتقار خلوصِ انابت واعتذار

تواضع و انکسار خشوع و استغفار انس حق و محبت غفار وغیرہ صفاتِ عبودیت سے متصف ہو کر حیاء اور ہیبت کے دباؤ میں مؤدب کھڑا سجدہ گاہ پر دھیان رکھتا ہے اور ہرگز امکان نہیں کہ بالمواجہ جبار اِدھر اُدھر ملتفت ہو بلکہ باستغراقِ فہمِ معانیِ آیاتِ قرآنی مشغول ہے چنانچہ سورۃ اخلاص پڑھتا ہے:

قُلْ هُوَ اللهُ اَحَد اے جامعِ کمالاتِ انسانی اور اے نکتۂ پرکارِ عرفانی تو یوں کہہ وہ ذات بحت اقدس غیب الغیب جس کا نام باعتبار استجماعِ کمالاتِ وجوبیہ اللہ ہی ایک ہے کہ تجزی و تعدد سے پاک ہے متوحد بذات و منفرد بصفات ہے لفظِ قُلْ امر ہے مبدئ فیضِ اہدائے صراط مستقیم سے جس کے لئے بندہ استقدامِ درخواست پر باختصاصِ اجابت ممتاز فرمایا گیا اور اس امر پر ثمرۂ قبول مترتب ہوا اور کلمہ هُوَ کہ مبطلِ تعطیل ہے باثباتِ اعتقادِ ہستیٔ مطلق وجودِ حق فرقۂ باطلہ معطلہ کے معتقدات کا برہم زن ہے اس کہنے سے بندہ وجودِ حق کا مقر ٹھہرا اور تعطل سے تبرا کیا کفر کی ایک بھاری صنف سے نجات پائی اور والہانِ بارگاہِ تعشق کو تقدسِ نورانیتِ ہویت کے مشاہدہ سے حظِّ وافی دستیاب ہوا اور سر الاسرارِ حقیقتہ کی صواعقِ تجلیاتِ تنزہ میں فنائے تامہ سے مختص بمحویت ہوا قرب و بعد وصل و فرق بسط و قبض خیر و شر کے ملاحظۂ تضاد سے گذرا اور یہ مقام منتہائے مراتبِ انسانیہ ہے اور ذات حق وراء الوری ہے اور جو کہ شروع نماز میں اللہ اکبر کہنے سے مصلی نے اپنی عقل و معرفت کو ادراکِ کبریائے حق سے قاصر جانا تھا اس

علم کا تحقق یہاں پر عیناً و حقاً ہے بحسبِ مراتب ارباب حقایق و اہلِ معارف چونکہ یہاں پر سب کے سب اعتباراتِ وجوبی اور امکانی مفقود ہیں اور بحیثیت منشائے کمالات مبطونہ مقتضیٰ اضافاتِ اسمائیہ و اتصافِ صفاتِ نامتناہیہ ہے عارف کو بافاضۂ وجودِ تنزلات حقایق کے مشاہدہ سے بحیاتِ عرفان زندہ فرمایا جاتا ہے اور بذکر اسم اللہ کہ باعتبارِ جامعیتِ اسمائے و صفات کمالات وجودِ مسمی سے خبر دیتا ہے ابطال سفسطۂ فلسفیہ جتلایا جاتا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ ذات موجدِہ کے لئے نہ کوئی اسم ہے نہ صفت ارادی پس اس ذاتِ اقدس کو اللہ کہنے کے سبب بندہ تشبہ فلاسفہ سے مستخلص ہوا اور ان میں کے اندراج سے بریّت پائے کفر کے مہاجال سے نکلا تشنہ کامانِ فیافی اشواق کا کامِ جان بعین الحیوانِ جمع الجوامع سیر اب ہوا نورِ تنزہِ مسمی تقدسِ اسم سے بانتزاعِ خلعتِ استقلالِ وجودِ مکوناتِ لامع ہوا اور مرکز دوائر الیہ المآب و الیہ المصیر و الیہ یرجع الامور اُسی کو پایا محض ہویت کو بتجلیِ جامعیت متجلی اللّٰہیت جانا علو و عظمت و کبریا و جبروت و جلال و دیگر صفات کمال کا مرجع اُسی کو پہچانا اور بس۔ اس لئے اس کا اتصاف احدیت سے ہے جب اس کو احد کہا تو تشریک ثنویہ کے طریق سے فرار کیا اور اس کی درکِ ماہیت سے مقر بعجز ہو کر انانیت سے انکار کیا اور احدیتِ حق کے اعتقاد سے اپنے دل کو اطمینان دیا اس آیت کریمہ کے اقرار سے شرک عددی بیخ و بُن سے گئے اور کنوز مخفیہ توحید سے مُطلع ہو کر اعتبار تجزی و تعدد کو ہاتھ سے پھینک مارا اب کہتا ہے:

اَللّٰہُ الصَّمَد۔ اللہ سبحانہ بے نیاز ہے اور سب اُسی کے دربارِ احسان کے نیاز مند ہیں اُس کو کسی کی پروا نہیں اور مخلوقات کے مایحتاج کا تہیہ اُسی کے قبضۂ تصرف میں ہے اور خود کسی چیز کا محتاج نہیں ابقائے سلسلۂ اکوان بصمدیتِ ایزدِ منان ہے اجزائے عالم سے کوئی شے غیر محتاج پائی نہیں جاتی اشیاء ایک دوسرے کی احتیاج سے استغنا نہیں رکھتی ہیں اور اہل عالم کے تسلسل احتیاج کا انقطاع اشیائے عالم میں ہے صورت پذیر نہیں، چاہئے کہ کہیں منتہی ہو اور یہ بھی ضرور ہے کہ جس پر یہ سلسلہ منتہی ہو وہ خود تقسیم پذیر نہ ہو ورنہ اس کے اجزا ایک دوسرے کے محتاج ہوں گے اور اُس میں تعدد نہ ہو تا کہ تمانع و تدافع لازم نہ آوے سو وہ فقط ایک ذات ہے کہ باتصافِ احدیت وصمدیت متصف ہے پس اس کا خود محتاج نہ ہونا موجبِ انقطاعِ سلسلۂ احتیاج ہے اور وہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے ابتداء وانتہاء سے پاک ہے اور اس کی کُنہ میں کسی کی درک کی دسترس نہیں جب بندہ نے اس کو نقصِ احتیاج اور عیوب کمال سے منزہ ومقدس بیان کیا تو ان کافرانِ سفاہت کیش کے حلقہ سے باہر نکلا کہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے اظہارِ صنع کے لئے ہیولی کا محتاج ہے اور کہتے ہیں اس کے افعال ارادی نہیں ہیں اور سوا اس کے مُدبِرانِ ازلی کے اقوال کی تقلید سے چڑتا۔ اَللّٰہُ الصَّمَد کہنے سے بندہ نے بخلاف مذہبِ مشبہ ذاتِ حق کو لوث تشبیہ سے مبرا مانا اس کی عقل نے نورِ صداقت سے استنارت کی پھر کہتا ہے:

لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے اس کو جنا تناسل وتوالد

کو اس سے کچھ مناسبت نہیں کیونکہ اس سلسلہ کے لئے تجانس درکار ہے سو یہاں یہ ہرگز نہیں یہ عقیدہ باطلہ یعنی تجانس و تناسل کو حق سے منسوب کرنا ارذل الاراذل اقوام کا مذہب ہے کہ بداہتِ عقلیہ کو بھی چھوڑ گئے چنانچہ یہود عزیر ابن اللہ اور نصاریٰ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ کہتے ہیں خواہ وہ کسی اعتقاد سے کہیں فقط ان کا یہ تلفظ ہی کفرِ محض ہے ولد و والد میں مثلیت و شباہت ہوا کرتی ہے ذات موجدہ اس سے پاک ہونی شرط ہے لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ کہنے سے بندہ کا نفس شرکت تعلیل سے پاک ہوا اور اقوال اجلاف سے بیزاری ظاہر کی اور حمیت اسلام پر ثبات حاصل کیا پس کہتا ہے:

وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ اور اس کے لئے کوئی ہمتا و ہمسر نہیں ہے نہ ضداً نہ جنساً مجوس و مشرکین کے معتقدات سے اس کہنے پر بندہ نے اپنا تنفر ظاہر کیا اور جمیع اقسام شرک سے اپنے ظاہر و باطن کو پاک کیا چونکہ یہ سورت اخلاص دافع جمیع اطوارِ شرک و کفر ہے اس لئے اس سورت کی عظمت نہایت بڑھ کر ہے یہی سبب ہے کہ عامہ کو نماز میں پڑھنے کے لئے یہی سورت سکھائی جاتی ہے صحابہ سے بعض اپنی نمازوں میں اس کو پڑھتے اور اگر اور سورۃ بھی قرات کرتے تو اس کو بھی ضم کر لیتے جب حضرت نبوت ﷺ سے اس کے سبب کا استفسار ہوا تو گزارش کی کہ اس سورۃ سے مجھ کو محبت ہے حضرت ﷺ اس پر خوش ہوئے اور اس عمل کو پسند فرمایا بالجملہ جب مصلی بحالتِ قیام کہ مشیر بہ طلبِ ثباتِ دوام

واستقامتِ مستدام ہے بتلاوتِ کلام ملکِ العلام مشغول ہوتا ہے تو اس کا دل اس حال کا مشاہد ہوتا ہے کہ کلام کو صاحب کلام سے استماع کر رہا ہے یا اس کے کلام پاک کو اُس پر عرض کر رہا ہے اور اس کو متوجہ بحال خود پاتا ہے اور ملاحظۂ احسان سے غافل نہیں ہوتا اور اپنے اس حال پر اس کی نگرانی علی الاختصاص کو بحکم الَّذِیْ یَرٰىکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ○ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ○ جانتا ہے تو آخر صاحب کلام کے جلال قدوسیت کے سامنے اپنی ذات میں طاقت قیام نہیں پاتا اور یقین کرتا ہے کہ اس ذات اقدس کی بڑائی میری عقل و معرفت کے درک سے نہایت اعلیٰ ہے اس لئے بنابر اظہارِ عجز و تواضع اور بشکرانۂ اعزازِ قبول اللہ اکبر کہتا ہوا اپنے پروردگارِ رحیم کریم کی تعظیم کو جھکا چلا جاتا ہے اور اپنے امکانی انتقالات کے مشاہدہ سے استقلال عظمت وجوبی کا مشاہد ہوتا ہے اور نہایت تذلل و عجز سے اپنے رب کی پناہِ عظمت میں بتکرارِ اسنادِ ربوبیتِ مولی بذاتِ خود ذکرِ عظمت ربانیہ سے مقامِ تواضع میں اطمینان پاتا ہے اور اس مطلب کو زبان سے بدین عبارت ادا کرتا ہے:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم پاک ہے میرا پروردگار مالک صاحب عظمت کہ اس کی بڑائی کی ہیبت نے مجھے دوتا کر دیا: سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اس کی سبوحیت موجب عظمت ہے اور عظمت موجبِ سبوحیت۔ ایسے سبوح عظیم کی بارگاہ جلال میں مجھ بندۂ افقر الفقراء کو یارائے گویائی کہاں ولیکن بحکم آنکہ میں بندہ اس کی ربوبیت کا

مربوب ہوں محض اپنے فضل واحسان سے مجھے طریقِ تعظیم تلقین فرمایا چونکہ یہ تخصیصِ تلقین بطریقِ اختصاص ربوبیت علی العموم پر مستزاد ہے مصلی اپنی ممنونیت وعجز ادائے شکر اور فضل واحسان منان کی یاد پر اس عبارت متضمن تسبیح و تعظیم کو تکرار سے ادا کرتا ہے اور بمقابلہ عظمتِ غفار اپنے عجز وافتقار پر دھیان کر کے ہیبت اور شرم کے مارے مؤدبانہ پشتِ پا پر نظر رکھتا ہے پھر برعایتِ ادامتِ عجز وافتقارِ خود وقدامتِ عظمتِ پروردگارِ خود اپنی استقامت کے اشارہ پر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنے دل کو بامید وارئ رحمت تسلی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سن لیا اور قبول کیا اُس شخص کی عرض و آرزو کو جس نے اس کی حمد کی میں نے کسی بے خبر کی تسبیح و تعظیم نہیں کی بلکہ شنوا دانا بینا کی تمجید و تحمید کر رہا ہوں پھر یہ استماعِ تحمید اس سمیع علیم کو مجھی سے مخصوص نہیں بلکہ ہر حامد کی حمد کو سنتا جانتا ہے اور قبول فرماتا ہے اب بحالت قومہ بارادۂ ادائے شکر عطیۂ نعمتِ استقامت اس مقام کو بتحمید ہادی مطلق کہ بعد تسمیع نہایت مناسب مقام ہے مخصوص کرتا ہے اور باستغراق لذت حضور کہتا ہے:

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اے ہمارے مالک تجھ ہی کو حمد ہے یہاں پر مصلی جمع کی ضمیر سے یہ مراد رکھتا ہے کہ میرا اور سارے جہان کا مالک وہی رب واحد ہے دیگر سب مربوب مملوک پس مرجعِ حمد علی التمام و الکمال وہی احد الصمد ہے سو استحقاق عبادت و اعانت اس کے غیر کے لئے ممکن نہیں والعیاذ باللہ اگر بحالت

رکوع خیالِ غیر مرتفع نہ ہوا تو گو کلام سچا کہے حقیقت میں خود جھوٹا ہے کہ غیر کو دل میں جگہ دینی اس کی عظمت پر ناظر ہے سو باوجودِ عظمتِ غیر عظمتِ الٰہی کا اس کے دل پر ثبوت نہ ہوا اور اگر ہوتا تو عظمتِ حقی کے جلالِ قدس میں عظمتِ غیری کو دھیان میں نہ لاتا پس شائبہ نفاق سے خالی نہ ہوا زبان کچھ کہتی ہے دل کچھ ٹٹولتا ہے ویسا ہی بحالتِ قومہ خطور خطرۂ واجب الارتفاع پر تشغلِ خاطر نشانِ دورنگی ہے اگرچہ بتقاضائے قیاس میدان غالب کو ہے مگر بارگاہِ عظمت وجلال میں شائبہ اشتراک تھوڑا سا بھی قابل قبول نہیں میرے پیارے مصلی دل کا پاؤں سنبھال کہ نہ پھسلے ایسا نہ ہو کہ بوقتِ کشف الغطایا ظاہر کی نسبت باطن میلا نکلے اور تیرے کھوٹے مال کو صراف نہ خریدے یا تیرے زرِ قلب کی کسادت کو جہنم کی گٹھالی میں گلایا جاوے اے ہمارے مالک تو ہی اپنے فضل سے ہمیں طریقِ استقامت کی ہدایت فرما ورنہ ہمارے دل ہاتھ سے اور ہاتھ دل سے چھوٹے چلے جاتے ہیں۔

جب مصلی نے یہاں تک بکمالِ خلوص استجلائے قلب میں سعی کی تو دل بتجلیاتِ انوارِ حقیقت روشن ہوا اور بسبب اس روشنی کے قابل قبولِ عکوسِ حقایق ہو گیا اب بمشاہدۂ ارجاعِ حمائد بمحمودِ حقیقی اپنے آپ سے بانسلاخِ محامدِ محو کبریائے الٰہی ہو کر بانخفاضِ استہلاک اپنی نفی پر مشرف ہوتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہوا اپنی ناک خاک پر رگڑتا ہے اور ماتھا زمین پر دھرتا ہے اور اپنے ظاہر کو راجع باصل

کرتا ہے اور خاک فنا میں ملا چلا جاتا ہے اور اپنی روحانیت سر خفیہ اس کی اصل کو سپرد کرتا ہے اور وجودِ اعتباری کو علوِ مولی کریم میں پست کر کے باضمحلالِ لوازم وجودِ مستعار، مشاہدہ ہی مشاہدہ رہ جاتا ہے بلکہ مشہود مقصود۔ اس غایت قرب میں بھی اس کی عبودیت باقرارِ مربوبیت اپنے مالک کے علو میں اپنا انتفا جتلاتی ہے کہ

سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی پاک ہے میرا پروردگار بہت اونچا اور اس کی اونچائی ازروئے مکان کے نہیں مکان کی خود اُسے احتیاج نہیں بلکہ سب بالا و پست کا خالق وہی ہے اُس کی اونچائی ازروئے کمالِ ذات و صفات ہے کہ وہاں تک کسی کی فہم و درایت کی رسائی نہیں وہ مخلوقات کی دریافت سے بہت اونچا ہے علوِ حق مستلزمِ دنو عبدِ ضعیف ہے اور یہی دنو موجبِ استہلاک حادثیتِ محدثات۔ پس عین علم ازلیت و ابدیت واجبِ قدیم بمنزلہ روحانیتِ ساجد ہے اس کو پھر بمقتضائے حکمتِ ازلی بنابر اتمامِ انعام احداث فرمایا جاتا ہے بوقت رفعِ راس بمعاینۂ انتقالِ حال مصلی پُر ثباتِ دوام و قیومیتِ ذات موجدہ منکشف ہوتا ہے تو اپنے مالک کے علو و کبریاء کے ملاحظہ سے اللہ اکبر کہتا ہوا دست بزانو مؤدب بیٹھتا ہے اور بتقاضائے احتیاج ذاتی دل میں مراحم شاہنشاہی کا امیدوار ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ مالکِ ارحم الراحمین نے محض فضل سے مجھ بے سروسامان کو بمقامِ تقربِ خاصہ تمکن دیا اور باستسعادِ سجدہ موفق فرمایا تو مجھ پر یہ بھی فرض قرار پایا کہ اعزازِ تقرب کا شکریہ بسجدہ ثانیہ ادا کروں پھر بتکرار تکبیر اپنے معبود بحق کو یاد کرتا ہوا منخفض ہوتا

چلا جاتا ہے مستقرِ فناء تامہ میں مثل سابق بتکرارِ تسبیح سر بسجدہ ابدیت و ازلیت مولی کا مشاہد ہوتا ہے اس کو پھر مرتبہ فناء الفنا سے بقاء البقاء احیا فرمایا جاتا ہے تو باقرار اکبریت مالک مقامِ استقامت کو سنبھالتا ہے اور جلسۂ بین السجدتین کی بقاء سے ازل اور ابد کے بیچ میں اپنا حدوثِ ناپائدار تصور کرتا ہے گویا اس کی پہلی رکعت کی استقامت کہ قبل از فناو بقا تھی حکماً اکتسابی تھی اب دوسری رکعت کا قیام بمنزلۂ استقامت بمواہب مُبقی ہے اگرچہ صورۃً ادائے صلوۃ باقیہ مثل رکعتِ اولیٰ ہے مگر پایہ بپایہ بحالت معراجیہ رو بترقی ہے اور اس پر دمبدم مکاشفات عجیبہ و معارف غریبہ منکشف ہوتے جاتے ہیں اور یہ معراجِ مصلی انعکاسِ معراج محمدیہ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلَوَاتُ الْاَبَدِيَّةُ وَ التَّحِيَّاتُ السَّرْمَدِيَّه سے ایک شعبہ ہے آنحضرت خیر البشر کو معراج روحانی و جسمی بطرزِ اصلیت نصیب ہوئی ہیں اور سائر مومنین کو حسبِ مراتب استعداداتِ متفاوتہ روحانی طور پر بپایہ ظلیت ہے اور افراد امت کے اکمال کو یہی بس ہے ان کی استعداد قابلیت اس سے زیادہ کی متحمل نہیں ہو سکتی احاد امت کے پایۂ علو کا اقصی الغایات کمال معراج روحانی ہے جس کا مجلی خاص بحالتِ صلوۃ مختص ہے جب مصلی شفعۂ صلوۃ کے طے مراتب پر حسب استعدادِ قابلہ موفق ہوتا ہے تو باکرامِ تجالس بمجلسِ فایزینِ بارگاہ عزوجل مکرم و معزز فرمایا جاتا ہے گویا ندماء حضور کے زمرہ کرام میں بٹھایا جاتا ہے گو اس کا رتبہ کہیں پست تھا باوجود اس کی خدمت

پسندی کے صلہ میں اس کو گردن فرازان قربِ کے دوش بدوش اجلاس کا حکم صادر ہوا تو یہ اپنی پست قدری کی شرمساری میں ملک المنان کے اکرام کا ممنونِ احسان ہو کر سر جھکائے دست بزانو مودب بیٹھ جاتا ہے شرم اور دہشت کے مارے اِدھر اُدھر التفات نہیں کرتا۔ بہمان حسنِ عقیدۃ و صحتِ ارادۃ و خلوصِ محبت و تلذذِ انس والفت و غلبۂ اشتیاق و کمالِ استغراق اپنی توجہ اپنے مالک ہی کی طرف درست رکھتا ہے اور اپنی اس حالت معراجیہ کو لمعات معراج محمدیہ سے ایک لمعہ پاتا ہے اور تصدق نبویہ خیال کرتا ہے تو قاعداً تسلیم دربار ادا کرنے میں معراجِ نبویہ کی حالت کو بطرز اخبار اور اپنے التذاذِ ذوقیہ کو بطور انشاء ایک ہی عبارت میں گزارش حضور کرتا ہے اور کہتا ہے:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوَاتُ وَ الطَّيِّبَات عبادات لسانیہ و بدنیہ و قلبیہ اور خیرات اموال طیبہ سب اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں مستحق اقسامِ عبادات معبود حقیقی کے سوا اور کوئی نہیں ہے دل میں اس پر ثبوت طلب کرتا ہے پھر اگر کبھی کسی کی مدحت و تبجیل میں ایسے کلمات یا افعال کو استعمال میں لاوے کہ مخصوص بحق ہیں تو اپنے قول پر واثق نہ رہے گا بے شک مقام قرب سے راندا جانے کے قابل ہو گا شاید پھر اس کاذب اپنے کلام کے مکذبِ بے اعتبار فرمایہ ناقدر دان کو ایسے مقام قرب میں بیٹھنے سے روکا جاوے نعوذ باللہ من ذلک اب شاہنشاہی دربار کے ندیمِ اعظم عمدۃ الملک والملکوت مدار المہامِ اہدا و ابلاغ خان خانانِ رسالت و نبوت

کی طرف ملتفت ہوتا ہے بطرزیکہ توجہ شاہنشاہی سے بھی غافل نہیں ہوتا بلکہ اس التفاتِ سپاس گزاری کو ذریعہ خوشنودی ملک العلام سمجھتا ہے تو اپنے رہبر بحق مرشد مطلق کو متعظماً سلام عرض کرتا ہے اور اختصاصِ نوال مراحم شاہنشاہی سے متصف بیان میں لاتا ہے اس طرز کی سپاس گزاری میں توجہ خاص سے بھی نہ اکھڑا اور خدمت خادمانہ کو بھی ادا کیا بلکہ اپنے اقتدارِ جزئیہ کو بظلِ حمایتِ جامعِ فضایل کلیہ بڑھانا چاہاتو کہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهٗ حقیقتِ نبویہ مستحضرہ کی خدمت فیض درجت میں مشاہدۃً و مشافہۃً معروض کرتا ہے: سلام ہے آپ پر اے نبی سید الانبیاء اور اللہ کی رحمت اور خوبیاں اصالتاً مجلی رحمت و برکات فقط تیری ذات پاک ہے ہم سب خُدّامِ دربار اقتباسِ انوارِ قرب میں تیرے طفیلی ہیں اصل اصولِ کمالِ کونیہ تو ہی ہے اور بس۔ گویا مصلی کی روحانیت کو روحانیتِ نبویہ سے ملاقات نصیب ہوئی اور ادب سے سلام عرض کیا۔ اب مصلی نے بتشاہدِ تقدمِ وجود نبویہ اس کی مرآت صفا میں اپنی ذاتِ گم شدہ کو مقامِ فخر صف النعال خدام باب العالیہ میں پایا تو اپنے آپ پر اور اپنے آگے کی صفوفِ صلحا پر سلام بولتا ہے آپ خواہ صلحاء میں داخل ہے خواہ نہیں مگر ادب اپنے تاخر میں ہے اس لئے بنا بر حفظ ادب امتیاز سے اس سلام کو بدیں عبارت ادا کرتا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ سلام ہے ہم پر اور اللہ کے نیک

بندوں پر اپنے پر سلام کرنے میں ضمیر جمع کا لانا اس لئے ہے کہ اپنے متماثلین و متجانسین کو اپنے نفس سے مساوات پر رکھے یہ بھی ایک حقوق اسلامی سے ہے ہدیۂ سلام سے من جملہ برادرانِ دینی کوئی بے بہرہ نہ رہے گویا مصلی کہتا ہے کہ سلام ہے مجھ پر اور اُن پر کہ میری طرح بتلوثِ معاصی متلوث ہیں لیکن بمحض کرمِ کریم بتقرب سجود میری طرح موفق ہوئے ہیں یا مطلق ایمان سے نصیبہ رکھتے ہیں اس میں میرا ان سے تجانس ہے اور استحقاقِ سلام کو تحقق بایمان شرط ہے اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام بدرجہ اولیٰ ہے کہ بعض حقیقت میں ہم کو اُن سے تجانس بھی ہے اور بسبب بعض فضایل زایدہ وہ ہم سے امتیاز بھی رکھتے ہیں عطف واوی جمع و تشریکِ معطوفات کے لئے ہے اس میں تقیید ترتب نہیں تو نفس کو اعجاب نہ ہو کہ ہم موخر ہیں تو سلام میں تقدمِ رتبی کیوں ہے ہاں تقدمِ رعایتی ضرور ہے کہ بندہ کو اپنی بھلائی میں استقدام مشروع و محبوب ہے چنانچہ ادعیۂ ماثورات میں وارد ہے گو بعض نے اس میں بھی ایثار کو اولیٰ جانا ہے جب بندہ نے اپنا اجلاس اس بارگاہ معلی میں دیکھا جہاں پر فخر انبیاء و مشاہیر اولیاء بھی شرف حضور رکھتے ہیں اور اپنا الحاق زمرۂ صلحا سے دیکھتا ہے تو دل میں شرماتا ہے کہ میں بدیں ناشائستگی کیا ہوں کہ مجھ میں اس منصب کی قابلیت ہو اور ڈرتا ہے ایسا نہ ہو کہ معاذ اللہ یہ فضل از قسم استدراج ہو اور انجام کار دھکیلا جاؤں اس لئے وسیلۂ قبول دوام کا اپنے آپ میں تجربہ کرتا ہے کہ وہ پہلے سے بعطیۂ شاہنشاہ تشریفِ ایمانی جس میں سندِ حضورِ

دربار منقش ہے اس کے پاس موجود ہے جب تک اسے چیر نہ ڈالے اور نہایت میلا کچیلا نہ کر دے بلا تجدیدِ استیذان باوقات مقررہ دربار میں حاضر ہوتا رہا کرے اور ہر حاضری میں تشریف مُسْنَد کو حضور اقدس میں پیش کر لیا کرے اس کا چرجانا ایمانیات کا انکار ہے اور میلا کچیلا ہونا مصلی کا تساہل و تغافل پس جب تک اس کی ذات سے تخلف ظہور میں نہ آوے گا یہ حضورِ دربار واجلاسِ مجلسِ افتخار سے روکا نہ جائے گا بے شک بے کھٹکا حاضر ہوا کرے سنبھل رہے مصلی! کہیں بحالتِ سیہ مستی سراسیمہ گردی تیری خلعتِ فاخرہ میں پاریدگی تو نہیں آئی اور اگر ایسا ہوا بھی ہے تو بشرطِ خلوصِ صدق اس کی تجدید کا موقع ملا ملایا ہے اور اگر خیر ہے تو اس پر سے گردِ تغافل کو جھاڑ اور پیش کر کہ پھر بھی تو استلذاذِ حضور کا امیدوار رہے یہی تشریفِ مسندِ معلی تیری وجاہت و اقتدار کا موجب ہے جس کے سبب تو خاصانِ دربار میں محسوب ہوا اور تو اِسی خلعت عظمی کے وسیلہ سے طے مراحلِ ماسبق پر مستطیع ہوا اور رتبۂ مجالسِ صلحاء کو پہنچا اور اب وقتِ صفاساز گار ہے کہ تجھے نوازشِ رضوان سے اور مشرف فرمایا جاوے دیکھ یہ وہ مقام آیا ہے جہاں تک پہنچنے کو تو نے بھاری قصد کیا گویا ساری نماز سے مقصود یہی مقام تھا بلکہ سب دینیات اسی مرکز کے دوائر ہیں اول اسلام و انجام مہام اسی مقام کے ثبوت کا نام ہے و تشریفِ مسند کہ بارادۂ نمایشِ صفا مصلی حضور میں پیش کرتا ہے یہ ہے کہ کہتا ہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ میں شہادت

بھرتا ہوں یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الہ نہیں اور شہادت بھرتا ہوں یہ کہ بے شک محمد ﷺ اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں در حقیقت یہ کلام سچ میں نہایت پُورا ہے لیکن بندہ کی مفید مطلب جب ہے کہ اسنادِ شہادت اپنی طرف کرے ورنہ صدہا باتیں اوروں کی طرف نسبت کر کے کہا کرتا ہے حال آنکہ ان باتوں کا التزام اس سے نہیں ہوا کرتا پس شہادتین میں جس درجہ کا بندہ کو ثبات ہو گا ضعف و قوۃ میں اس کا مرتبۂ ایمان وہاں تک ہو گا اور اسی پر اس کے شجرۂ اعمال کا ثمرہ مترتب ہو گا ایمان میں اگرچہ کثرت و قلت نہیں مگر ضعف و قوت ہے اگر بندہ اس کہنے میں متزلزل ہے تو اس سے کہا جاوے گا کہ یہ کلمتین حق ہیں مگر تو جھوٹا ہے اور منافقوں کے حق میں ایسا ہی کہا جاتا ہے جس وقت مصلی کلمۂ اشہد زبان پر لاتا ہے تو اپنے ظاہر و باطن کو خوب احتیاط سے سنبھالتا ہے بخوف آنکہ ادائے شہادت میں پھسل نہ جائے کیونکہ محکمۂ حاکم صاحبِ ہیبت میں بعض گواہ اگرچہ سچی گواہی دیں تو بھی تھرتھراتے ہوئے اظہار دیتے ہیں ان کی گواہی چنداں قابل اعتماد نہیں ہوتی کیونکہ ان کے حال سے جانا جاتا ہے کہ اس کا بیان کسی علت سے خالی نہیں سو اس کے تھرتھرانے کے دو سبب ہوتے ہیں ایک یہ کہ اپنے آپ کو باایں حقارت عالی اقتدار کی پیش گاہ میں دیکھتا ہے اور تجملِ دربار کو نگاہ کرتا ہے تو ہیبت زدہ ہو کر دودلا سا ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو اس بارگاہ سے بیگانہ خیال کرتا ہے جس سے یاس کی بو آتی ہے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ اس کو بوقتِ شہادت چاہئے کہ اپنی ذات سے اور اپنی ذات کے دیگر مضافات سے کہ ان میں سے بھاری مفصلاتِ علمیہ ہیں اور ماوراء الحق آنکھیں نوٹ کر بپاسِ ادب عظمتِ احکم الحاکمین کو رعایت کرے اور تصورِ بیگانگی کو بیخ و بُن سے اکھاڑے اور سچی گواہی سے نہ شرماوے اور دوسرا سبب اس کے تھرتھرانے کا یہ ہے کہ جس بات کی گواہی دیتا ہے اُس میں اس کا پایۂ تیقن کمال کو نہیں پہنچا ہوتا اور مشاہدۂ معاملہ سے بے بہرہ ہوتا ہے فقط سنی سنائی بات کی گواہی دیتا ہے اس لئے ڈرتا ہے کہ مجھ سے اس معاملہ کے بعض خصائص کا سوال ہو اتو رہ جاؤں حالانکہ میں سماعِ افواہ کو بمنزلۂ مشاہدہ بیان کرنے لگا ہوں اس وقت میری قلعی کھل جاوے گی سو اس کا علاج یہ ہے کہ قبل از حضورِ دربار اپنے معاملہ مشہود علیہ کی حقیت کا یقین پورا کر چکا ہو اور بمتانتِ تیقن جان چکا ہو کہ یہ امرِ مشہود علیہ میری وثوقِ اعتقاد بالسماع والاستدلال کی جہت سے معاینۂ صریح پر فوق کلی رکھتا ہے اور اس میں رتبۂ یقین علم و عین دونوں کے درجہ سے بڑھ گیا ہے کیونکہ مخبر اصدق رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم سے بتواترِ تمام اس امرِ اوضح الدلالت کی تنصیص مجھ کو موصول ہوئی ہے جس میں شائبہ شکوک کو دخل نہیں ممکن ہے کہ میرے محسوسات میں بوقوعِ خلل فرق ہو مگر صداقتِ نبوی میں مطلقاً خلل مظنون نہیں بآنکہ بوضاحتِ دلائل امرِ مشہود علیہ رتبۂ کمال بداہت میں ہے یہاں تک کہ باتباعِ علمِ عقلیہ قوائے حسیہ بھی اس امر میں متفق الشہادۃ ہیں اس لئے اس

شہادت کا بلا تردد ادا کرنا مجھ پر فرض ہے اس شہادت کا انحصار فقط سماعِ افواہیہ ہی میں نہیں بلکہ سماعِ افواہیہ لمعاتِ حقیقت سے ایک لمعہ ہے پس معائنہ سے بڑھ کر ہے اور اس کی سب خصائص علی الاجمال ضمنِ اصل شہادت میں اندراج رکھتے ہیں بآنکہ اس کی مفصلات کا علم بطریق مذکور مجھے موصول ہو چکا ہے سو ایسی صداقت میں تزلزل کیسا۔ جب مصلی باطمینانِ تمام کلمہ اَشْهَدُ کہہ چکا تو لفظ اَنْ کے بعد مضمون شہادت کا بیان دیتا ہے چنانچہ کہتا ہے: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ بِحَمْدِهٖ اس کلمہ طیبہ میں تجلی جلال و جمالِ واحدیت بذاتہ کس عظمتِ وضاحت سے متجلی ہے لائے نافیہ سے فقط سلبِ صفتِ استحقاقِ الوہیت ذاتِ ماسوی اللہ مراد رکھنا اور تقدیر محذوف میں افعال عامہ سے کسی ایک پر اقتصار کرنا کہ تفہیم عوام کے لئے دلیل اقناعی قرار پائی ہے مصلی آشنائے بحر حقیقتہ کو مکتفی نہیں بلکہ اس کے مناسبِ حال یہی ہے کہ بحکم كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ [القصص:۸۸] لائے نافیہ سے بشہودِ استہلاک و انتفاءِ سلسلہ جمیع محدثات سب اعتبارات امکانیہ سے دست بردار ہووے انتفاء اعتبارِ وجودِ ذواتِ غیر اللہ خود ان کے وجودِ صفات کے انتفاء کا مستلزم ہے پھر اسی انتفاء کے ضمن میں اعتبار صفت الوہیت غیری بھی منتفی ہے نفی الہ یا الوہیت سے نفیِ ممکنات بِاَسْرِهَا مراد لینے میں کوئی قائلِ استحالہ ہو تو جائے استغراب نہیں کہ اس کا مذاقِ وجدان اس علم مطلق و جہل بسیط سے چاشنی گیر نہیں ہوا صاحبِ ذوق لفظ الا کے استثناء سے بالافراد اللہ سبحانہ کی ذات

مستثنیٰ پر وجودِ مطلق والوہیت کا اثبات کرتا ہے پس الہیت جامع جمیع اسماء وصفات و حقایق و شیونِ حقیہ ہے فقط مشاہدۂ صفت العلم و التکوین مقتضی ثبوتِ کثرت فی الوحدۃ کاہے کمالِ توحید اس میں ہے اور بس۔ چونکہ اکثر بندوں کے ہوائے نفسانی میں الوہیتِ باطلہ کا ارتسام ہے پہلے اِسی بت کدہ کا توڑنا لازم ہے جب یہ اخبث الاصنام ٹوٹا تو اس کے لئے باقی سب ادنی درجہ کے اوثان ہیں بلکہ اسی کے شعب وہ سب ٹوٹ گئے تمام آلہہ باطلہ کے تعبد سے چھوٹا اب اس میں صلاحیت معرفت الہ واحد مستحق العبادت کی پوری ہوئی تو اللہ سبحانہ کے نام پر اثبات کیا سو مصلی نفی کے وقت باشارۂ رفع شہادتِ صمصامِ لائے نافیہ کی ضربت سے اپنی ہستی کو معہ لوازمِ وجودِ مستعار کہ اس کے محسوسات و معقولات ماخلا اللہ ہیں دم کے دم میں خاکِ عدم میں ملا دیتا ہے اس وقت اس پر تسلسلِ امکان کا ورق یک قلم لپٹتا جاتا ہے نہ یہ رہا نہ اس کا اقتضاء رہا کیونکہ اقتضاء فرعِ وجود ہے اور یہ حقیقت وجود سے بے بہرہ مگر اقتضائے ایجاد موجد کو بقائے دوام ہے اسے آن کی آن میں تمثیلاً بمقتضای تحقق تجددِ امثال موجود فرمایا جاتا ہے کہ انوارِ بے کیف از فیض تجلی برقی اس کو ایک حیات تازہ سے مستفیض فرماتے ہیں اور یہ بوضعِ شہادت اثباتِ ذات اللہ سبحانہ پر حصرِ تمام کرتا ہے اس مقام میں بندہ کو سوائے وجودِ مطلق و ہستی ساذج اور کوئی کیفیت وماہیت ملحوظ نہیں ہوتی اس نفی و اثبات کے رفع و وضع انتفاء و ابقاء کی عبارت و اشارت و بشارت کی لذت کو اسی کا مذاق پاتا ہے زہے دولت کہ اس

لذت کو بھولتا نہیں اور اگر چاہے کہ اس لذتِ ذوقیہ کو بیان میں لائے تو امکان نہیں رکھتا کیونکہ اس کے بیان کے جولان کو کسی عبارت و اشارت کا میدان مکتفی نہیں خود آ اور دیکھ اور بس جب بندہ بالتذاذِ توحیدِ حقانی متلذذ ہوا تو تصور کرتا ہے کہ یہ طریقِ حصولِ نعمتِ عظمیٰ میں نے کس وسیلہ سے پایا سو یقیناً جانتا ہے کہ اس نعمت کے پانے کا وسیلہ حضرت خیر البشر سید الرسل محمد رسول اللہ ﷺ ہیں کہ ان کی معرفت اللہ تعالیٰ نے تربیت انسانی کے طُرُق تلقین فرمائے ہیں توحید ان سب میں اصلِ اصول ہے ساتھ ہی تصدیق و اقرار رسالت محمدی ﷺ لزوم رکھتا ہے بلکہ ایک جہت سے اس شق کو تقدیم تقدیری ہے کہ جب تک کوئی ان کی رسالت کو بحق نہ یقین کرلے گا ان کی اور تعلیم پر کب استواری کرے گا اور توحیدِ الٰہی تعلیمِ محمدیہ سے ہے لیکن رکن اولیٰ کو تقدم تعظیمی ہے اس لئے طالبِ ایمان پر لازم ہوا کہ اقرارِ توحید کے ساتھ ہی اقرارِ حقیتِ رسالتِ محمدیہ کا کرے اور اگر اس سے منکر رہے تو اس کا اقرارِ توحید بھی معتبر نہیں پس اقرار توحید و رسالت باہم لازم و ملزوم ہیں ایمان و اسلام و اعمال کے مجموع کا نام دین ہے سو سارے دین کا مدار رسالتِ محمدی کے حق ماننے پر ہے اس لئے بندہ کہتا ہے:

وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اس شہادت میں بھی وثوق ثبات اُسی رتبہ کا شرط ہے کہ توحید میں مذکور ہوا اور یہ شہادت استقلالاً علی انفرادہ موجبِ تحققِ ایمان ہے اور اقرارِ توحید حق کہ من جملہ تعلیم محمدی اہم و اولیٰ و اقدمِ

معتقدات ہے تبرکاً اس کی ابتداء میں مذکور ہوا اور لایق یہی تھا یہاں شہادتِ محمدیہ میں بندے افراط و تفریط سے رکے ہوئے ہیں آنحضرت ﷺ کے عبد کہنے میں اہل کتاب وغیرہ کفار پر رد ہے کہ وہ اپنے انبیاء و اکابر کو بصفت الوہیت و نسبت بنوّت متصف کرتے ہیں اور رسول کہنے میں سب مخالفینِ اسلام کے طُرُق سے بیزاری مطلوب ہے اتصافِ محمدی میں اطلاقِ عبدیت جمیع مفاخر سے بڑھ کر مقامِ فخر ہے نہایت مقبولیت کا رتبہ ہے اس کے دقائق کو عرفاء جانتے ہیں اور رسالت خود مرتبۂ عالیہ ہے پھر رسالتِ محمدی کو بسبب بعض خصائصِ بینہ اور رُسُل کی رسالت کی نسبت حکم شاہنشاہی ہے جب بندہ باستعدادِ ایمان داخلِ اسلام ہوا تھا تو اسی کلمہ طیبہ سے تصدیق و اقرارِ توحید الٰہی و حقیتِ رسالت پناہی پر موفق ہوا تھا اب طَیِّ مراحل حضوری خاصہ پر مشرف ہوا تو اتمامِ مدارجِ قبول کا اعزاز اسی پر سر انجام پایا پھر بھی فتح البابِ قبول دوام اِسی کی استقامت اور اسی کے ثبات پر منحصر ہے جس کے انجام کار کا کلام یہی کلمہ ہو گا وہ بلا شبہ بہشت میں داخل ہوا بعض کو مطلق نجات بلا قلق و وصولِ درجاتِ رضوانِ حق کے لئے یہی کلمہ کافی ہو گا اور ذنوبِ ماتقدم سے ہرگز باز پرس نہ ہو گی اور اعمال سے مطلقاً پوچھے نہیں جائیں گے مکفر سیّاٰت اور بلا تعمیلِ باقیات منتجِ جمیع خیرات و برکات ہو گا مثل حال اُس شخص کے کہ عمر بھر کفر و معاصی میں غرقہ رہا قبل از استحضار بدین تصدیق و اقرار بتوفیق غفار موفق ہوا اور اس کو لزومِ اعمال کی مہلت نہ ملی فقط اسی سے کامیابی حاصل کی

اور جو کہ اکابر دین ریاضاتِ شاقہ میں عمر بسر کرتے ہیں اسی پر ثبات حاصل کرنے کو مرنے سے پہلے مرتے ہیں اس وقت مصلی نے بتوفیقِ موفق حقیقی اس کلمہ پاک میں اپنے آپ کو صادق واثق پایا تو دل میں شکر بجا لایا بعد اتمامِ شفعہ اولیٰ اور رکعات بھی باقی ہیں تو کھڑا ہو کر الحمد پڑھتا ہے اور اگر یہی قعدہ اخیرہ ہے تو وقت خروج کو قریب پاتا ہے اپنے ہادیِ مشفق رحمۃ للعالمین کا جس کے تصدق سے یہ منصب پایا شکریہ ادا کرتا ہے نزولِ رحمتِ الٰہی کا اُن پر ذکر لاتا ہے اور تعظیم واپسی کو کمال دیتا ہے اور بصدقِ تمام پڑھتا ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اے الٰہی صلوۃ یعنی درود رحمت خاص بھیج حضرت محمد ﷺ پر بقدر تقاضائے قابلیت ذاتِ محمدیہ اور آلِ محمد ﷺ پر بھی حسبِ استعدادِ ذواتِ آل محمد ﷺ۔

کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ جیسے تونے صلوۃ بھیجی ابراہیم علیہ السلام پر بروفق تقاضائے قابلیتِ خلیلیہ اور ابراہیم علیہ السلام کی آل پر اُن کی استعداد کے مطابق۔

اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ بے شک تو ہی ہے سراہا گیا بزرگ جو کہ بعض ظاہر بین کو اس تشبیہ میں شبہ ہوتا ہے مشبہ و مشبہ بہ کو ازروئے فضل سیاقِ عبارت میں علی العکس پاتے ہیں بضمن ترجمہ وہ رفع ہوا اگر کوئی کہے کہ محرّرِ رسالہ نے تقدیرِ عبارت میں معنی کا مدار اپنی رائے پر رکھا ہے بلا دلیل معتبر نہیں تو اس کو کہا جاتا

ہے کہ اس کی دلیل کتاب اللہ میں موجود ہے چنانچہ فرمایا ہے: اَحۡسِنۡ کَمَا اَحۡسَنَ اللّٰہُ اِلَیۡکَ یہاں پر احسانِ عبدی بقدرِ امکانِ عبد مراد ہے اور احسان الٰہیہ شایانِ شانِ بارگاہِ قدس عموماً جملہ متبعین بحکم مَنۡ سَلَکَ طَرِیۡقِیۡ فَھُوَ آلِیۡ داخلِ آلِ محمدیہ ہیں خصوصاً اہل بیت نبوت تا منتہائے سلسلہ بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ پھر مصلی کہتا ہے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکۡتَ عَلٰی اِبۡرَاھِیۡمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبۡرَاھِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡد

اے الٰہی برکت بھیج اوپر محمد ﷺ اور آل محمد کے جیسا کہ تو نے برکت بھیجی اوپر ابراہیم اور آل ابراہیم کے تو ہی ہے سراہا گیا بزرگ جب درود نبویہ سے فارغ ہوا تو اب بوقتِ رخصت ثمرۂ قبول کا امیدوار ہو کر کچھ دعا مانگتا ہے جس میں اس کا بہبود ہے مثلاً یہ سوال کرتا ہے:

رَبَّنَا اغۡفِرۡلِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَاب اے ہمارے پروردگار مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو قیامت کے دن جب مصلی اِس یا اور ایسی دعا سے مستفید ہو چکا تو دربارِ عالی سے رخصت ہوتا ہے دائیں طرف منہ پھیرتا ہے تو ادھر کے ملائکہ اور اہلِ جماعت کو سلام کرتا ہے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ سلام ہے تم پر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت گویا پیشتر ان سے غائب تھا اب روبرو ہوا اور ملاقات کا سلامِ معروف بجالایا اسی طرح بائیں کو توجہ کرتا ہے تو اُدھر کے زمرہ پر سلام بولتا ہے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ بامدادِ الٰہی اب نماز سے فارغ ہوا۔ جاننا چاہئے کہ تکرارِ ارکان و اذکارِ صلوۃ میں حکمت یہ ہے کہ عادۃً تذکرِ مبانیِ دین پر بندہ کا محاورہ مضبوط ہو جاوے تو مقاصدِ وصولِ مراد علی الدوام اس کے دل میں مستحضر رہیں اس سے ایمان مستحکم ہوتا ہے پھر عمر بھر کے التزام پر تادمِ واپسیں ثبات مرجوّ ہے اور مطلوب یہی ہے اور بھی بار بار دیدارِ محبوب سے سیری نہیں ہو سکتی بلکہ ایک دفعہ جس اچھے لباس میں جلوہ گر دیکھا ہے پھر بھی اُسی جلوہ کا شائق ہوتا ہے میلانِ قلبی خواہ نخواہ ادھر ہی لئے جاتا ہے لہذا از روئے رحمت قدیم اس پر نظارہ دو بارگی کا لزوم قرار پایا اور سبب یہ کہ ارکان واذکارِ صلوۃ میں معارف اقصیٰ غایت کا اندراج بطرزِ کمال ہے ہر تکرار میں انہیں اذکار وارکان سے بجلوۂ جدید حقایق نمایاں ہوتے ہیں اور ہر تکرار میں سالک مرتبۂ ماتقدم سے ارتقا کئے چلا جاتا ہے یہاں تک کہ منتہائے مفازِ مراتبِ انسانی اسی کے تحتِ اندماج رہتا ہے کوئی درجہ کمال انسانی ایسا نہیں کہ نماز میں اُس کی گنجائش نہ ہو بلکہ ہر درجہ بمشاہدۂ عجز ادراکِ مشاہد لا احصی ثناء علیک کا اقرار کرتا ہے چونکہ مدارجِ صلوۃ کا مجلی اتم ومظہرِ اولی احمدیت ہے خود وہ مرتبۂ معلی مقرِّ عجز ہے تو استعداد غیر کو تقاضائے استعلاء کہاں۔ بے شک ہر

استعداد استعدادِ احمدیہ کی طفیلی اور اسی اصل کی ظلیت ہے مصلی بعد تحلیل بہ تسلیم اللہ تعالیٰ کی توفیق خیر دی پر شکر کرتا ہے اور اپنے قصور پر کہ اثناء نماز میں ہوئے ہوں مستغفر ہوتا ہے اور اس نماز کے پھیر دیئے جانے اور نکبت عدم قبول سے اپنے مالک کے پاس پناہ پکڑتا ہے اور ہاتھ اوٹھا کر دعا مانگتا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی التَّوْفِیْقِ وَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ مِنَ التَّقْصِیْرِ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الرَّدِّ

پھر دعائے مشہور کہ مسنون ہے پڑھتا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ وَ اِلَیْكَ یَرْجِعُ السَّلَامُ حَیِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَ اَدْخِلْنَا دَارَ السَّلَامِ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَیْتَ یَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ۔

اے الٰہی تو ہی ہے سلام اور تجھی سے ہے سلامتی اور تیری طرف رجوع ہے سلامتی اے ہمارے پروردگار ہم کو سلامتی سے زندہ رکھ اور بہشت میں داخل کر تو بابرکت اور صاحب علو ہے اے صاحب جلال و صاحب اکرام اس کے بعد اور جو وظایف مشروع ہیں بقدر ہمت پڑھتا ہے اور جس چیز کو عبادت الٰہی سمجھ کر پڑھتا یا کرتا ہے اس کے مطالب کو دل میں مستحضر رکھتا ہے اور صدق سے اُس میں کمال وثوق کو ہاتھ سے نہیں دیتا پس اگر عبادت کی عبارت پر اس کا صدق اور اتقان نہ ہوگا تو اس کی عبادت واسطۂ وبال و نکال ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ وَ کَذَّبَ بِالصِّدْقِ [الزمر:۳۲] مصلی جب نمازِ وتر پڑھتا ہے تو بعد قرات

رکعت ثالثہ دعائے قنوت پڑھتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ وَ نُؤْمِنُ بِكَ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَ نُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ وَ نَشْكُرُكَ وَ لَا نَكْفُرُكَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ لَكَ نُصَلِّیْ وَ نَسْجُدُ وَ اِلَیْكَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَ نَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِق۔

اے الٰہی ہم تجھ سے استعانت کرتے ہیں اور تجھ سے مغفرت مانگتے ہیں اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تجھ پر بھروسا رکھتے ہیں اور تیری خوب ثنا کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں اور تیرے ناسپاس نہیں ہوتے اور جو تیری نافرمانی کرے ہم اُس کو اپنے سے نکال دیتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں اے الٰہی ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے ہیں اور تجھی کو سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف بھاگتے ہیں اور تیری خدمت کرتے ہیں اور تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں اور ہم تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک تیرا عذاب کفار کو ملنے والا ہے مصلی دعاءِ قنوت کو خوب تدریج و آہستگی سے پڑھتا ہے اور ہر ایک کلمہ پر اپنی صداقت کا ملاحظہ کرتا ہے اور نہایت شرماتا ہے کہ میں حضور میں اپنی معتبری جتلا رہا ہوں کہیں خلاف وقوع میں نہ آوے نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ کہنے میں تو بہت ہی بچا رہتا ہے کہ فجور مجھی سے ظہور پائے تو کہاں ٹھکانا کس کو نکالوں کس کو

چھوڑوں کیا کروں اس خوف کے مارے اپنے خلافِ وعدگی سے ہر دم بچنے کا ساعی رہتا ہے اور اسی طرح دیگر کلمات میں شائبہ نفاق سے اجتناب کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق کی رفاقت میں فائز بمقصود ہوتا ہے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

اَلْقَعْدَۃُ الْاٰخِیْرَۃُ فِیْ اِتْمَامِ الرِّسَالَۃِ عَلَی الْاِجْمَالِ

اگر مصلی نماز کے لفظوں کے معنی نہیں جانتا تو شب و روز کی سعی سے سیکھ لے پس اگر سیکھنے کی پروا نہ رکھے گا تو شاید اس کی نماز کی بھی پروانہ ہو گی ایسا ہر گز نہ کرے کہ حق سے بے پروائی سخت ناحق ہے اور حق کی ربوبیت مقتضی اطاعتِ عباد اور اقسام اطاعت سے اطاعتِ قلبی معتبر ہے اور عملِ جوارح اس کا مصدق باطن کی اطاعت بمنزلۂ تصدیق ہے اور تعظیم بالجوارح بمنزلۂ اقرار۔ تصدیق کو اقرار پر فضلِ کلی ہے بحالتِ معذوری سقوطِ اقرار مجوز ہے بخلافِ تصدیق کہ مکلف کبھی عند اللہ اس سے معذور نہیں قبل از حصولِ مہارتِ فہم معانیِ اذکار بے علم مصلی کو لازم ہے کہ شروع نماز کے وقت بحالتِ توجہ یہ سمجھے کہ بالفعل میں سب جوانب سے کٹ کر حضورِ اقدس میں توجہ لایا ہوں اب وہ وقت ہے کہ میری اور میرے مالک کے درمیان آڑ نہیں حضوریٔ خاصہ میں حاضر ہوں بوقتِ تکبیرِ تحریمہ سوچے کہ میرے مالک کی بڑائی کے سامنے سب متعینات پست ہیں اور بوقتِ دعائے استفتاح خیال کرے کہ میں اپنے معبود کی ثناء کر رہا ہوں اُس طریق

پر کہ اس کے حبیب پاک نے کی ہے بوقتِ تعوذ اُس کی پناہ کے آسرے میں آوے اور تسمیہ سے شروعِ تجلّیِ صفاتِ جمال و جلال یقین کرے اور جانے کہ اپنے مالک کی تلقین موافق اُسی کے کلام پاک کے واسطہ سے اپنا مدعا عرض حضور کرتا ہوں اور جو باتیں خدا نے کی ہیں اُن سے تکلم کرتا ہوں اور بہنگامِ انحناء قصدِ تعظیم مولیٰ معطی دل پر جمائے اور تسبیح پڑھتا ہوا حضرتِ ربوبیت کی ذاتِ اقدس کو واجب التعظیم سمجھ کر اپنے عجز ادائے شکر پر ناظر ہووے اور بوقتِ قومہ تحمیدِ خالق دل میں لائے اور بوقتِ سجدہ اپنا فنا اور ذات مسجود کا بقاء دل کے نصب العین کرے اور بوقتِ قعدہ و تشہد اجلاسِ حضور تصور کر کے ادائے عبادت مامور بِهَا کا ارادہ رکھے اور بوقتِ شہادتین ثبات علی الایمان استوار کرے اور بحالت صلوۃ شکریۂ بانی ہدایت منقش قلب کرے اور بوقتِ تسلیم سلام ملائکہ و اہل جماعت کا ملاحظہ ہو۔ وَالتَّوْفِيْقُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی

بعد فراغ نماز سب کو بہتر ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی دعا سے کہ اُن کو آنحضرت ﷺ نے سکھائی تھی اپنی بہبود طلبی کریں دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

اَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

چنانچہ یہ دعا سنن ترمذی کے باب جامع الدعوات میں منقول ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس کی روایت کی تحسین کرتے ہیں:

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ هٰذِهِ الرِّسَالَةَ مُوْجِبَةً النَّجَاةِ لِمُؤَلِّفِهَا وَبَعْدَتِهَا وَ لِقَارِئِهَا وَ لَا تَجْعَلْهَا حُجَّةً عَلٰى اٰخِذِنَا فَانْفَعْنَا بِهَا وَ سَايِرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

بانی وصدر: صاحبزادہ مسعود احمد عالمپوری

حضرت مولوی غلام رسول عالم پوریؒ ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

پوسٹ بکس 1022 پیپلز کالونی فیصل آباد پاکستان

0092-300-4473366

0092-313-8666611